تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

ماہنامہ مجلہ الحقیقہ پاکستان

فروری 2023ء

سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور جدید سائنس

نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے تقاضے



واقعہ معراج شریف

اہلِ سنت کی فکری تشکیلِ نو کی ضرورت

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

اخلاقِ مسلم کو کیا ہوا؟

اداریہ

مسائلِ دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل حل



نومسلم ڈائری.....قادیانیت پر برق

محبتوں اور جراتوں کا قافلہ رواں دواں

فہرست

شمارہ 05 فروری 2023 رجب المرجب جلد 23

نعت مبارک

عشق جس کو ہوا پیمبر سے کیونکر اٹھے وہ آپ کے در سے
آج بھی ان کی ہے شہنشاہی کم نظر دیکھتے ہیں باہر سے
جس کو چاہیں وہ خود بلاتے ہیں جس کو چاہیں نکال دیں گھر سے
جن کو سجدہ کیا فرشتوں نے مانگتے ہیں وہ آپ کے در سے
اے حبیب خدا شہ والا درگزر میرے دامن تر سے
رحمت دوسرا !! نگاہ کرم دل نہ جائے حضور کے در سے
اس سخی سے یہ عرض ہے میری جس کا ابر سخا سدا برسے
خائب و خاسرو تہی دامن کون لوٹا حضور کے در سے
میں بھی تو اک مراد لایا ہوں کیوں نہ ہو گی وہ پوری اس در سے
اس تصور کی لاج رکھ لینا عرض کرتا ہوں دیدۂ تر سے

نقش لاثانی کے تصدق میں
آسی تکمیل کو نہ اب ترسے

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

مجلہ الحقیقہ — اداریہ

اخلاقِ مسلم کو کیا ہوا؟

جسے حسنِ خَلق (شکل وصورت کی خوبصورتی) کے ساتھ حسنِ خُلق (اَخلاق کی خوبصورتی) سے بھی نوازا گیا، اسے دوجہان کی سعادتیں مل گئیں۔ اسی لیے رسولِ مکرّم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی اُمّت کو دعا یہ سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اَحۡسَنۡتَ خَلۡقِیۡ فَاَحۡسِنۡ خُلُقِیۡ ......(مسند احمد:۳۲۸۳)

ترجمہ: اے اللہ! تونے جس طرح مجھے اچھی شکل وصورت بخشی، اچھے اَخلاق بھی عطا فرما۔

حسنِ خَلق صرف لوگوں کی نظر میں مستحسن ہے، لیکن حسنِ خُلق کے باعث بندہ لوگوں کی آنکھوں کا تارا بننے کے ساتھ ساتھ خدا اور سول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کا قُرب بھی حاصل کرلیتا ہے۔ پس بندۂ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے معاملات کرتے وقت کسی صورت اشتعال میں نہ آئے اور حسنِ اَخلاق کا دامن تھامے رہے۔ اگر کوئی شخص عمدہ اَخلاق سے عاری ہے تو یقین کریں بڑی بڑی ڈگریوں، عہدوں اور مال ودولت کے باوجود وہ انسانی عظمت کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ جس تعلیم نے اسے حسنِ خُلق کی دولت نہیں بخشی، وہ بے کار ہے۔ جس مال ونعمت نے اسے عاجزی وانکساری جیسے محامد سے عاری کردیا، وہ ہرگز نفع بخش نہیں۔ دوسروں کی تکلیف کا احساس اور ان کی خیر خواہی کی تڑپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں جو ہر کس وناکس کو عطا نہیں کیے جاتے۔

آج دردِ دل رکھنے والے مسلمان اس بات سے پریشان ہیں کہ مادی و معاشی دوڑ میں تو ہم مغرب سے ۵۰۰ سال پیچھے ہیں ہی، لیکن اب اَخلاقی و معاشرتی دوڑ میں بھی ان سے پیچھے رہتے جارہے ہیں۔ اعلیٰ اَخلاق اور حسنِ معاملات اسلام کی ممتاز تعلیمات کے اجزا تھے، جنہیں کچھ غیر مسلموں نے اپنا کر خود کو مہذب قوم کے عنوان سے متعارف کرالیا جبکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ان سے انحراف کرکے (معاف کیجئے گا) وحشی قوم کا ٹائٹل اپنے ساتھ لگوالیا۔ ہمیں ان اسلام کے دشمنوں کے کچھ بھی کہنے سے کوئی سروکار نہیں، کیونکہ

دشمن کا کام ہی ہرزہ سرائی ہے، تاہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے اگر ہمارے معاملات نامناسب ہیں تو یقیناً لمحۂ فکر ہے۔

یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے تاجر حضرات یا دکان دار بھائی عموماً خوش اَخلاقی کے وصف سے عاری ہیں۔ اور بعض وہ ہیں کہ آپ ان کی دکان پر کچھ خریدنے کے لیے جاتے ہیں تو بظاہر خوش اَخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ ان کا مسکراتا چہرہ اور چکنی چپڑی باتیں آپ کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں۔ چنانچہ آپ اکثر انہی کے پاس خریداری کے لیے جاتے ہیں۔ پھر کسی دن یوں ہوتا ہے کہ کسی چیز کو واپس کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اب دکان دار پہلے تو خشک نظروں سے آپ کو دیکھتا ہے، پھر چیز واپس لینے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ ساتھ میں بدتمیزی سے بھی پیش آتا ہے۔ اب آپ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس کی خوش اَخلاقی دراصل منافقت تھی، جو اسے مالی نفع ملنے تک قائم رہی۔ سامان دیتے اور لیتے وقت اس کے رویّے میں اتنا فرق اس کے اَخلاقی دیوالیہ پن کا غماض تھا۔ بہت سے کریانہ والے، بہت سے آٹو پارٹس والے، بہت سے ریڑھی والے اور بالخصوص بہت سے کپڑوں والے ایسے ہی رویّوں کے حامل ہیں۔ ان میں حاجی بھی ہیں، داڑھی والے بھی ہیں، نمازی بھی ہیں۔ لیکن ان عبادات کی روح یعنی خوفِ الٰہی، شرمِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، عاجزی وانکساری اور خوش اَخلاقی سے خالی ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس 'بدتمیزی' کو ناپسند فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو بیچتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی برتے (بخاری)۔ اور فرمایا: جو کسی مسلمان کا خریدا ہوا سامان واپس لے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا (ابوداؤد)۔ آج کل جن تاجروں کی دکان پر لکھا ہوتا ہے، 'خریدا ہوا مال واپس یا تبدیل نہیں ہوگا' ان کے لیے یہ ارشاداتِ عالیہ کس قدر رہنما ہیں۔ لیکن افسوس! نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ان گراں قدر اصولوں سے مسلمان منہ پھیرے ہوئے ہیں، جبکہ کتنے ہی غیر مسلم ان پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ اہلِ مغرب کی روش کا عکاس ہے، جسے ایک کالم سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ایک پاکستانی شخص نے امریکہ میں قیام کے دوران ایک دوکان سے اپنی بیگم کے لیے سوٹ خریدا اور گھر لا کر رکھ دیا۔ دو ماہ بعد ان کی بیگم نے سوٹ کھول کر دیکھا تو اپنے معیار کا نہ لگا۔ شوہر سے کہا اسے واپس کر آئیں۔ شوہر نے کہا کہ اتنی مدت بعد کون واپس کرتا ہے۔ بیگم کی ضد بڑھی تو راضی ہوتے ہوئے بولے کہ اچھا چلو واپس کر آتا ہوں، لاؤ رسید دو۔ بیگم نے کہا کہ وہ تو گم ہوگئی اور بضدر ہیں کہ پھر بھی واپس ہو جائے گا۔ ناچار بیگم کا دل رکھنے کو انہیں ساتھ لیا اور دکان پر جا پہنچے۔ کاؤنٹر پر موجود خاتون نے رسید کا تقاضا کیا۔ جب معذرت پیش کی تو زبانی معلومات کی بنیاد پر اپنے کمپیوٹر میں اس خریداری کی بابت تادیر تحقیق کرتی رہیں۔ بالآخر مسکراتے ہوئے اپنی کامیابی کا اعلان کیا کہ فلاں تاریخ کو آپ نے یہ سوٹ ہمارے سٹور سے خریدا تھا۔ اب یہ بتائیں کہ یہ سوٹ آپ تبدیل کرائیں گے یا کیش لینا پسند کریں گے۔ ہم نے کیش لینا پسند کیا۔ اور اس خاتون نے بدستور مسکراتے ہوئے ہمیں ہماری رقم لوٹائی اور ساتھ میں کہا کہ یہاں سے شاپنگ کرنے کا شکریہ۔

ایسا نہیں ہے کہ مغرب والے سب خوش اخلاق ہیں اور ہم سب بداخلاق ہیں۔ ہم میں بھی بہت اچھے لوگ ہیں۔ لیکن اکثریت پر ہی کُل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کسی قوم میں اکثریت جس طرح کے لوگوں کی ہوگی، ویسی ہی اس کی تصویر کشی ہوگی۔ ترکی اور سعودی عرب سے

متعدد واقعات سنے گئے کہ ایسے دکاندار بھی ہیں جو دن کے آخری حصے میں آنے والے گاہک ان دکانوں پر بھیج دیتے ہیں جن پر بکری نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی اسلامی دنیا میں بھی اسلامی تعلیمات کے حامل وہ افراد موجود ہیں جن کی بدولت اس دنیا کی بقا کا راز سمجھ میں آتا ہے۔ جس دن اسلامی معاشرے نے اخلاقی اعتبار سے مکمل طور پر دَم توڑا، اس دن اس کارخانہء عالَم کے وجود کا جواز ختم ہو جائے گا اور تباہی مقدّر رہوگی۔

تیرے حسنِ خُلق کی اِک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا دیا

آیئے! خوش اَخلاقی کے ہیرے سے دل شکنی کے پتھر کاٹیں...... اقبال کی ''محبت فاتحِ عالم'' کو اپنائیں...... اس تدبیرِ زندگانی سے حیاتِ جاودانی حاصل کریں...... المختصر! نفرتوں کی جگہ محبتیں عام کریں...... اللہ توفیق دے۔ آمین بجاہ النّبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

توہینِ قرآن کے واقعات کا تسلسل: اداریہ لکھا جاچکا تھا اور مجلّہ الحقیقہ پریس میں جانے کے لیے تیار تھا کہ خبر ملی کہ سویڈن میں قرآنِ عظیم فرقانِ حمید کی توہین کا واقعہ پیش آیا ہے۔ یورپی ممالک کی تاریخ ہماری مذہبی کتاب، ہمارے پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ہمارے دینِ متین کی توہین کے واقعات سے سیاہ ہے۔ جوں جوں وہاں اسلام کے پھیلاؤ میں تیزی آرہی ہے، ان کا بغض و تعصب انہیں انسانیت سوز حرکتوں پر مجبور کر رہا ہے۔ انسانی حقوق اور اخلاقیات کی بات کرنے والے بدترین نسل پرستی، امتیازی سلوک اور اسلامو فوبیا کا شکار ہیں۔ کائنات کی سب سے سچی اور معتبر مقدّس کتاب قرآنِ عظیم کی توہین، ان کے اور ان کے مذہب کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ سویڈن نیٹو کے فوجی اتحاد میں شامل ہونا چاہتا ہے، جبکہ نیٹو کا رکن ترکی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ سویڈن ترکی مخالف مسلح گروپوں (جیسے کردش ورکرز پارٹی) کی حمایت کرتا ہے۔ بہرحال سویڈن کے دارالحکومت سٹاک ہوم میں دائیں بازو (قدامت پسند) کے کارکن ترکی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے، اس دوران انتہائی دائیں بازو کی سٹرام کرس پارٹی کے رہنما راسموس پالوڈان نے ترکی کے سفارت خانے کے باہر قرآنِ مجید کا ایک نسخہ نذرِ آتش کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اگرچہ سویڈن کے وزیرِ اعظم الف کرسٹرسن، وزیرِ خارجہ ٹوبیاس بلسٹروم، یونہی امریکہ اور ترکی، مصر، ملائیشیا، سعودیہ، پاکستان اور او آئی سی سمیت تمام اسلامی دنیا نے اس واقعے کی 'مذمّت' کی ہے لیکن ضرورت 'مرمّت' کی ہے۔ کاش اسلامی دنیا میں اتنی جرأت اور غیرت آجائے۔ مگر اسی جرأت اور غیرت کو سلانے کے لیے ہی تو سارا مغرب اسلامی ممالک میں بے حیائی اور فحاشی اور ناچ گانے کو فروغ دے رہا ہے، اور ہم 'اطمینانِ قلب' کے ساتھ اس کلچر کو پنپنے کا پورا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ بہرحال اب وقت آچکا ہے کہ توہین و گستاخی پر مبنی ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے تمام اسلامی حکومتیں او آئی سی کے پلیٹ فارم سے سنجیدہ کوششیں کریں۔ 'اقوامِ متحدہ' میں یک زبان ہو کر تمام تر مغرب کو گستاخیوں سے روکنے کے لیے قانون سازی پر زور دیں اور بات منوائیں۔ نہیں مانتے تو جان چھڑوائیں۔ کچھ تو کریں۔

واقعہ معراج شریف

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ذیل میں مشہور محدث حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی بلند پایہ کتاب "الخصائص الکبریٰ" کے باب متعلقہ معجزہ معراج کا خلاصہ دیا جا رہا ہے مگر واقعاتی ترتیب کے ساتھ۔ وہ احادیث مبارکہ جو یہاں مندرج نہیں ہوئی، ان کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ جو درج ہیں، کوشش کی گئی ہے کہ ان میں سے بعض کو نقل کرتے وقت بھی تکرار نہ ہونے پائے۔ قرآن پاک کی آیات بینات جن کا تعلق واقعہ معراج سے ہے، کسی اگلی صحبت میں انشاء اللہ پیش کی جائیں گی............آسی)

بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے فرمایا' میرے پاس آب زمزم کا ایک تھال لاؤ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو (مزید) پاک اور سینہ مبارک کو (مزید) فراخ کردوں' ۔ چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے آپ کا بطن مبارک شق کیا اور اسے تین مرتبہ دھویا اور میکائیل علیہ السلام تین بار آب زمزم شریف کے تین طشت لائے۔

براق: پھر میرے پاس ایک جانور خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا لایا گیا وہ اپنا قدم وہاں تک رکھتا تھا، جہاں اس کی نظر جاتی تھی (حوالہ مذکور) پست مقام آتا تو اس کے ہاتھ لمبے اور پاؤں چھوٹے ہو جاتے۔ اور اونچائی آتی تو اس کے ہاتھ چھوٹے اور پاؤں لمبے ہو جاتے تھے (تا کہ پشت بالکل ہموار رہے) (طبرانی)۔ حاکم و ترمذی کی ایک روایت کے مطابق اس کا قد لمبا ہے اور رنگ سفید۔ ترمذی کی ایک اور روایت میں زین اور لگام کا اہتمام بھی تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "اس کی رانوں میں دو بازو تھے اور ان بازوؤں کی وجہ سے اس کی رفتار تیز تھی۔ جب میں اس کے پاس سوار ہونے کے لئے گیا تو اس نے شوخی کی اور اپنے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ جبریل امین علیہ السلام نے اس کی ریال پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ براق تجھے شوخی کرتے شرم نہیں آتی۔ بخدا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تجھ پر خدا کا کوئی ایسا بندہ سوار نہیں ہوا جو آپ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی نظر میں معزز ہو۔ یہ سن کر براق شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو گیا اور شوخی سے باز آ گیا میں نے سوار ہو کر اس کے دونوں کان پکڑ لئے اور وہ تیزی سے زمین طے کرنے لگا۔ رفتار ایسی تھی کہ منتہائے نظر پر اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔ جبریل ہمراہ ہی رہے۔ (ابن سعد، ابن عساکر)

بیت المقدس تک: طبرانی اور بیہقی کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے پر پہلے کھجوروں کی سرزمین یعنی مدینہ منورہ میں براق سے اتر کر نماز پڑھی، پھر درخت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت بیت اللحم میں۔

مسلم شریف کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا، قبر میں وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کے پاس آیا۔ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا، جبریل! تمہارے ساتھ کون ہیں، بولے! تمہارے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے برکت دی۔ نیز بولے اپنے رب سے اپنی امت کی آسانی کے لئے درخواست کیجئے۔ میں نے دریافت کیا،

جبریل! یہ کون ہیں؟ بولے، آپ کے بھائی عیسیٰ علیہ السلام

پھر ہم چلے تو ایک آواز سنی جس سے عتاب محسوس ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس آئے۔ انہوں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا، یہ تمہارے ساتھ کون ہیں جبرئیل بولے، یہ آپ کے بھائی ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور برکت کی دعا فرمائی اور بولے اپنی امت کے لئے آسانی کی درخواست کیجئے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا، یہ کون شخص ہے، جبرئیل بولے آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام دریافت کیا، کس سے اس تیز انداز میں گفتگو کر رہے تھے؟ بولے، اپنے رب سے، میں نے پوچھا اپنے رب سے؟ جبریل بولے حق تعالیٰ ان کی تیز مزاجی کو جانتا ہے۔

آگے روانہ ہوئے تو میں نے چراغ اور روشنی دیکھی۔ پوچھا، جبریل! یہ کیا ہے' بولے' یہ آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام کا درخت ہے، اس کے قریب جایئے'۔ میں قریب گیا تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور برکت کی دعا دی۔

ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے یکا یک راستے کے کنارے پر آپ نے ایک بڑھیا دیکھی۔ جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کون ہے؟ بولے' حضور ابھی چلئے۔ چنانچہ جس قدر خدا کو منظور ہوا آپ چلے۔ یکا یک راستے کے ایک طرف کوئی آواز دے رہا تھا کہ حضور تشریف لایئے۔ جبریل علیہ السلام نے پھر چلنے کی درخواست کی۔ سو جتنا خدا کو منظور تھا، چلے۔ اچانک ایک اور مخلوق آپ سے ملی اور بولی '**السلام علیک یا اول السلام علیک یا اخر السلام علیک یا حاشر**' (حاشر یعنی جس کے قدموں پر مخلوق کا حشر ہوگا) وہ مخلوق دوسری اور تیسری بار بھی ملی اور اس نے یونہی سلام کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی، انہیں سلام کا جواب دیجئے۔ آپ بھی ہر سلام کا ہر بار جواب دیتے رہے۔

اس روایت کے آخر میں حضرت جبریل علیہ السلام نے وضاحت کی کہ راستے کے کنارے پر ملنے والی بڑھیا در اصل دنیا تھی اور سلام کر نے والے حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام تھے۔

بیت المقدس میں تشریف آوری: ترمذی، حاکم وغیرہما حضرت بریدہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، معراج کی رات جبریل علیہ السلام اس پتھر کے پاس آئے جو بیت المقدس میں ہے اور انہوں نے اپنی انگلی رکھ کر اس میں سوراخ کر دیا پھر براق کو اسی کے ساتھ باندھ دیا۔ امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے طویل روایت نقل فرمائی جس کے تقریباً درمیان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو وہاں میرے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام جمع کئے گئے تھے۔ جبریل امین نے مجھے آگے بڑھا دیا" میں نے سب کی امامت کی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے خطابات: بیت المقدس میں سب انبیاء ورسل علیہم السلام نے اپنے رب کی حمد وثنا کی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھے مقتدا وصاحب قنوت بنایا کہ میری پیروی کی جاتی ہے نیز مجھے آگ سے نجات دی کہ اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا ذریعہ بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے کلام فرمایا' مجھے فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا ذریعہ بنایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام: نے اپنے رب کی حمد وثنا کی اور فرمایا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، زبور کا علم دیا، میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور پہاڑوں کو مسخر، وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندے بھی نیز مجھے حکمت اور صاف تقریر عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر کیا اور شیاطین کو بھی، جو میں چاہتا ہوں وہ بنادیتے ہیں کہ بڑی بڑی عمارتیں، حوض اور دیگیں وغیرہ جو ایک جگہ لگی رہیں۔ مجھے پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل وکرم سے ہر چیز عطا کی۔ میرے لئے شیاطین، انس وجن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فوقیت بخشی مجھے ایسی سلطنت عطا فرمائی جو میرے بعد کسی کے شایان شان نہیں نیز ایسی پاکیزہ سلطنت سے نوازا کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: نے فرمایا، تمام توفیق اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اپنا کلمہ (نشانی) بنایا۔ مجھے آدم علیہ السلام کے مشابہ بنایا کہ انہیں مٹی سے پیدا کر کے فرمادیا، تو (ذی روح) ہو جا، تو وہ ہو گئے۔ مجھے لکھنے، حکمت اور تورات وانجیل کا علم دیا۔ مجھے یہ شان بخشی کہ مٹی سے پرندے کی شکل کا پتلا بناتا اور اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ بحکم خداوندی پرندہ بن جاتا تھا۔ مجھے ایسے بنایا کہ میں خدا کے اذن سے مادرزاد اندھے کو اور جذامی کو ٹھیک اور مردے کو زندہ کر دیتا تھا، مجھے بلند مرتبہ عطا کیا، پاک کیا اور مجھے اور میری والدہ ماجدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان رجیم کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (صدارتی) خطاب

میرے رب نے مجھے ایسی فضیلت دی کہ رحمۃً للعلمین اور تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ مجھ پر فرقان نازل کیا۔ میری امت بہترین اور لوگوں کے نفع کے لئے بنائی گئی۔ میری امت کو امت عادلہ بنایا نیز اسے اول بھی کیا، آخر بھی۔ میرے سینے کو کشادہ فرما یا، میرا بوجھ ہلکا کیا، میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح وخاتم (یعنی سلسلہ نبوت کو شروع اور ختم کرنے والا) بنایا،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیصلہ: یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا (اے گروہ انبیاء!) ان کمالات کے بنا پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سبقت لے گئے۔

تین برتن: پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ بند تھے۔ پہلے پانی والے برتن سے آپ نے کچھ پیا۔ پھر دوسرے برتن سے جس میں دودھ تھا، آپ نے پیا کہ سیر ہو گئے۔ تیسرے برتن میں شراب تھی مگر آپ نے منہ پھیر لیا۔

﴿بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف﴾

آسمان اول: بخاری ومسلم ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب ہم آسمان پر پہنچے تو جبریل امین نے اس کے کلید بردار سے فرمایا، دروازہ کھولو۔ اس نے پوچھا کون، فرمایا جبریل، پوچھا اور بھی کوئی ساتھ ہے؟ فرمایا، جی ہاں۔ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ فرمایا، ہاں۔ تب دروازہ کھول دیا گیا۔

جب ہم آسمان دنیا پر گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں ارواح کے ہجوم تھے۔ وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور بائیں طرف نظر ڈالتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح۔ میں نے جبریل امین سے پوچھا تو بولے یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ لوگوں کے گروہ جو ان کے دائیں بائیں ہیں، یہ ان کی اولاد (کی روحیں) ہیں۔ دائیں سمت والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی۔ اس لئے دائیں طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

دوسرا آسمان: اب اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرا آسمان آ گیا۔ یہاں بھی دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا' جبریل پوچھا' آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا' جی ہاں۔ فرشتے نے کہا مرحبا' آپ کی تشریف آوری مبارک ہو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا' جب آگے بڑھے تو حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ انہیں سلام کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے انہیں سلام کیا، ان دونوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور بولے برادر صالح اور نبی صالح مرحبا۔ (احمد، بخاری، مسلم)

تیسرا آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے تا آنکہ تیسرے آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھلوایا دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا' جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ بولے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھا' کیا انہیں دعوت ہے، فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا اور بہت ہی اچھا آنا ہوا۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اوپر گیا تو وہاں یوسف علیہ السلام ملے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا برادر صالح و نبی صالح مرحبا۔

چوتھا آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے۔ چوتھا آسمان آ گیا، دروازے پر پہنچے تو پوچھا گیا' کون؟ جواب دیا جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا، کیا خوب تشریف آوری ہوئی۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں داخل ہوا، ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا' برادر صالح اور نبی صالح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مرحبا۔

پانچواں آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اور اوپر چڑھے تا آنکہ پانچواں آسمان آ گیا۔ دروازہ کھلوایا' دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا، جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت کیا گیا، کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا، کیا خوب تشریف آوری ہے، میں آسمان میں گیا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا' بردار صالح اور نبی صالح کو مرحبا۔

چھٹا آسمان: جبریل (علیہ السلام) اور آگے بڑھے حتیٰ کہ چھٹا آسمان بھی آ گیا۔ (یہاں بھی) دریافت کیا گیا' کون؟ جواب ملا' جبریل' سوال ہوا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے' فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا' مرحبا' کیا خوب تشریف آوری ہے۔ آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ وہ جواب دے کر بولے، برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا۔ جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے (رونے کی) وجہ پوچھی تو بتایا' یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوئے اور میری امت سے زیادہ ان کی امت کے لوگ جنت میں جائیں گے (معاذ اللہ یہ رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اپنی امت کے محروم رہ جانے کا غم تھا)

ساتواں آسمان: اس کے بعد جبریل آگے بڑھے اور ساتویں آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دریافت کیا گیا' کون ہے؟ جواب دیا' جبریل' پوچھا ساتھ کون ہیں؟ فرمایا' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سوال ہوا' کیا وہ بلائے گئے ہیں' بتایا گیا' جی ہاں۔ فرشتوں نے کہا "مرحبا' خیر مقدم۔ آگے بڑھے تو وہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کہئے۔ میں نے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور فرمایا' مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح۔ (احمد، بخاری، مسلم)

نہر کوثر: ابی ابن حاکم میں حضرت انس بن مالک کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کے بعد کا واقعہ حضور پرنور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں ''اس کے بعد مجھے ساتویں آسمان کی پشت کی طرف لے جایا گیا' حتیٰ کہ ایک ایسی نہر پر پہنچا جس پر یا قوت، موتیوں اور زمرد کے خیمے تھے اور اس پر سبز پرندے تھے۔ میں نے جبریل امین علیہ السلام سے کہا، کیا خوب ہیں یہ پرندے، بولے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا، آپ جانتے ہیں یہ کونسی نہر ہے، میں نے کہا نہیں، بو لے' یہ کوثر ہے' جو کہ آپ کے پروردگار نے خصوصی طور پر آپ کو عطا فرمائی ہے۔ دیکھتا کیا ہوں، اس میں سونے اور چاندی کے برتن ہیں اور یاقوت وزمرد کے ریزوں پر بہ رہی ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے وہاں کے برتنوں میں سے ایک برتن لیا اور اس نہر کا پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

بیت المعمور: ابونعیم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی شامل کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کا اور آپ کی امت کا مکان ہے۔ یکا یک میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ وہ حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک جماعت کے جسم پر کاغذ کی طرح سفید پوشاک تھی اور دوسری کے جسم پر میلے کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا تو سفید پوشاک والے بھی میرے ساتھ تھے۔ میلے لباس والوں کو روک دیا گیا گو وہ بھی خیر پر تھے۔ ہم نماز پڑھ کر باہر آ گئے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ان کا قیامت تک نمبر نہیں آتا۔

ہشام بن عروہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب مجھے آسمان لے جایا گیا تو جبریل نے اذان دی۔ فرشتوں کو خیال ہوا کہ جبریل انہیں نماز پڑھائیں گے مگر جبریل امین نے مجھے آگے کر دیا، میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ (ابن مردویہ)

سدرۃ المنتہیٰ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المعمور کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا جبریل امین مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے اور پھل بڑے مٹکوں کی طرح۔ چنانچہ اس درخت کو حکم خداوندی نے گھیر لیا تو اس کی کیفیت کو کوئی شخص بھی بیان نہیں کر سکتا۔ (مسلم شریف)

یہاں پہنچ کر زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز (اور ایک روایت کے مطابق ارواحیں) رک جاتی ہیں۔ اور یونہی اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں یہیں ٹھہر جاتی ہیں۔ پھر انہیں لے جایا جاتا ہے (مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ سے کہا گیا، آپ کی امت کا ہر وہ شخص جو آپ کی سنت پر کاربند رہے گا، اس تک پہنچے گا۔ چنانچہ وہ ایسا درخت ہے، جس کی جڑ میں پانی کی ایسی نہریں ہیں جن میں تغیر نہیں ہوتا اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جن کے مزے میں کوئی فرق نہیں آتا اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جو پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوتی اور خالص شہد کی نہریں ہیں۔ اور وہ ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں ستر سال تک چلے، تب بھی اسے پار نہیں کر سکتا۔ (طبرانی فی الاوسط)

جنت: حضرت انس بن رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔ اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور مٹی اس کی مشک (یعنی کستوری) تھی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جس رات مجھے معراج ہوئی میں نے جنت کو دیکھا وہ سفید موتیوں سے بنی ہوئی ہے۔ میں نے جبریل امین سے کہا کہ لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں پوچھیں گے۔ بولے! انہیں مطلع کر دیجئے کہ اس کی زمین وسیع و ہموار ہے، مٹی مشک' (ابن مردویہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''شب معراج میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ثواب دس گنا اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے جبریل سے پوچھا' کیا قرض صدقے سے افضل ہے؟ بولے (پیشہ ور) سائل اپنے پاس کچھ ہوتے بھی سوال کر دیتا ہے مگر قرض لینے والا حاجت کے وقت ہی قرض لیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا' شب معراج میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا' یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت سے میرا اسلام کہہ دیجئے اور ان کو مطلع کیجئے کہ جنت پاکیزہ مٹی اور شیریں پانی والی ہے۔ اس کی زمین ہموار اور درخت **سبحان الله ، الحمد لله، لا اله الا الله ، الله اکبر ، لاحول ولا قوة الا با لله العلی العظیم** ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند مشاہدات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں'' پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وادی پر گزر ہوا۔ وہاں ایک پاکیزہ و خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا' یہ کیا ہے؟ بولے یہ جنت کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ یارب! جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا، عطا فرمایا۔ کیونکہ میرے قناویز، ریشم، سندس (ایک قسم کا دیبا) چاندنیا، موتی، مونگے، چاندی، سونا گلاس، طشتریاں، سواریاں، شہد، پانی، دودھ اور شراب بکثرت ہو چکے ہیں۔ لہٰذا جو مجھ سے وعدہ ہے، پورا فرما۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ تیرے لئے ہر مسلمان مرد وعورت، مومن، مومنہ تجویز کر دی گئی ہے۔ جنت بولی، میں راضی ہوگئی۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی)

دوزخ: (اسی روایت میں اس کے آگے) پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک دہشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ بولے' یہ جہنم کی آواز ہے' کہہ رہی ہے مولا جو مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے، عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، کانٹے، پیپ اور عذاب کثیر ہو چکے ہیں۔ میری گہرائی بہت زیادہ اور گرمی از حد تک تیزی ہو چکی ہے۔ لہٰذا میرا وعدہ عنایت فرما۔ ارشاد خداوندی ہوا تیرے لئے مشرک مرد وعورت اور کافر مرد وعورت، خبیث، خبیثہ اور وہ متکبر جو قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا، تجویز کیا جا چکا ہے۔ دوزخ بولی میں راضی ہوگئی (حوالہ مذکور)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے دوزخ کو کیسا پایا؟ فرمایا کھولتے ہوئے چشمے کی طرح (طبرانی، بیہقی وغیرہما) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج حضرت جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا' آسمان والوں میں سے جس کے پاس سے آیا' سب نے مجھے مرحبا کہا اور سب مجھے دیکھ کر ہنسے۔ البتہ ایک شخص نے میرے سلام کا جواب دے کر مرحبا بھی کہا مگر ہنسا نہیں، جبریل امین علیہ السلام نے کہا' یہ مالک ہے دوزخ کا داروغہ۔ جس روز سے دوزخ پیدا کی گئی ہے، یہ نہیں ہنسے۔ یہ کسی کو دیکھ کر کبھی ہنسے ہوتے تو آپ کو دیکھ کر بھی ضرور ہنستے۔

﴿...... چند مشاہدات ......﴾

غیبت کرنے والے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر دوزخ پر پڑی تو ایک جماعت مردار کھا رہی تھی جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا تو بولے، یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں)

ظالم: نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سرخ رنگ، بہت زیادہ نیلی آنکھوں والے شخص کو دیکھا، جبریل امین علیہ السلام سے دریافت کیا تو بولے یہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کی کونچیں کاٹنے والا ہے۔

حرام کے عادی: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' میں ذرا آہستہ چلا تو بہت سے دستر خوانوں پر میں نے پکا ہوا گوشت دیکھا مگر کوئی ان کے پاس نہیں تھا، اس کے بعد ایسے دستر خوانوں کو دیکھا جن پر سڑا ہوا بدبودار گوشت تھا اور اسے بہت سے آدمی کھا رہے تھے۔ میں جبریل سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ بولے، آپ کی امت کے وہ لوگ جو حلال چھوڑ کر حرام اختیار کرتے ہیں''

سود خور: ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے۔ جب بھی ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا، فوراً گر پڑتا اور کہا الہ العٰلمین قیامت کو مت قائم کر اور وہ فرعونیوں کے طریقے پر تھے۔ مختلف قومیں آتیں، انہیں روند جاتی تھیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بولے' یہ آپ کی امت کے سود خور ہیں'۔

یتیموں کا مال کھانے والے: اور آگے بڑا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے۔ وہ منہ کھول کر اس میں پتھر ڈالتے تھے مگر وہ نیچے نکل جاتے تھے۔ میں نے سنا وہ حق تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کر رہے تھے۔ جبریل نے پوچھنے پر یہ بتایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے پہلے قرآن میں فرمادیا تھا) وہ عنقریب جلا دینے والی آگ میں ہوں گے۔

زانی عورتیں: اس کے بعد میں اور آگے بڑھا تو کچھ عورتیں اپنے پستانوں سے لٹک رہی تھیں، اور ایسی عورتیں بھی تھیں جو سر کے بل پاؤں سے لٹک رہی تھیں۔ میں نے ان کی آواز سنی یہ بھی حق تعالیٰ سے آہ وزاری کر رہی تھیں۔ جبریل نے پوچھنے پر بتایا آپ کی امت کی یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتی ہیں۔

غیبت کرنے والے: پھر میں اور آگے بڑھا تو ایسی جماعتوں کو دیکھا جن کے بازوؤں کا گوشت کاٹا جا رہا تھا اور وہ اس گوشت کو کھا رہے تھے اور ہر ایک سے کہا جاتا تھا کھا جیسا کہ تو اپنے بھائی کا گوشت کھاتا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا یہ پس پشت عیب نکالنے والے اور روبرو طعنہ زنی کرنے والے ہیں

(عبارت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاہدات پہلے آسمان پر ہوئے۔ کچھ وہ مشاہدات ہیں جو بیت المقدس پہنچنے سے قبل ہو چکے تھے۔ ان کا ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی وغیرہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لاتے ہیں۔ جس میں مکہ معظّمہ سے نکلنے کا ذکر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی سفر معراج کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

مجاہد فی سبیل اللہ: آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو ایک ہی دن میں کھیتی کرتے اور کاٹ لیتے تھے۔ جب وہ اسے کاٹ لیتے، یہ پہلے کی طرح دوبارہ ہوتی جاتی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھنے پر بتایا' یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ اللہ انہیں ہر نیکی پر سات سو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

نماز چھوڑنے والے: اس کے بعد آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے۔ جس وقت وہ چھوڑ دیئے جاتے، پھر حسب سابق ہو جاتے تھے اور یہ سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا یہ فرض نماز سے روگردانی کرتے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے: پھر ایک ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے اور مواشی اور اونٹوں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم، ضریع اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استفسار پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی حضور! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

زانی: پھر آپ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہانڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکے گوشت کو منہ نہیں لگاتے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو اپنی حلال وطیب بیویوں کو چھوڑ کر غیر عورتوں کے پاس رات گزارتے ہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال وطیب خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں کے پاس رات صبح تک رہتی ہیں۔

رہزن: پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لکڑی کے پاس سے گزرے جو راستے پر تھی۔ جو کپڑا یا چیز اس کے پاس سے گزرتی تھی اسے چیر پھاڑ ڈالتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا' یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو راستوں پر بیٹھ کر ڈاکے ڈالتے ہیں۔

خیانت کرنے والے: پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا جمع کر رکھا ہے اور وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا، اس کے باوجود اور (لکڑیاں) لا لا کر رکھتا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت جبریل نے بتایا' یہ آپ کی امت کا ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں، جن کو تو ادا نہیں کر سکتا مگر مزید بوجھ اپنے ذمہ لادتا چلا جاتا ہے۔

گمراہ کرنے والے: پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب وہ کاٹے جاتے، پھر پہلی حالت میں ہو جاتے اور لگاتار یونہی ہوتا رہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت چاہی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا' یہ گمراہی میں ڈالنے والے وعظ ہیں۔

یاوہ گوئی: پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر سے ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا تھا۔ وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے مگر جا نہیں سکتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے بتایا' یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات زبان سے نکالتا ہے' پھر اس پر شرمندہ ہوتا ہے مگر اس کی واپسی ممکن نہیں۔''

سود خوار: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' میں نے شب معراج ایک شخص کو دیکھا جو ایک نہر میں ڈبکی لگا رہا تھا اور پتھر کھا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا' یہ کون ہے' تو کہا گیا' یہ سود خوار ہے (ابن مردویہ)

کامل مشاہدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' میں نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اس کا مشاہدہ کیا (نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، حام و ترمذی) نیز ان سب نے اسے صحیح کہا۔

قلموں کی آواز: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں کی سیر کا ذکر کر کے فرمایا' پھر میں ایک بلند ہموار مقام پر چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی۔

عرش پر کلمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' جس رات جبریل امین علیہ السلام مجھے معراج کے لئے لے گئے' میں نے بلند آسمانوں پر تسبیح سنی جس سے میرا دل دہل گیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا' یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آگے بڑھیے اور کسی قسم کا خوف نہ کیجئے' آپ کا اسم مبارک عرش خداوندی پر لکھا ہوا ہے۔ ﴿ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**﴾

دیدار خدا: طبرانی نے اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا، ایک مرتبہ (سر کی) آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل (کی آنکھ) سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' انہوں نے فرمایا' جی ہاں'۔ کلام موسیٰ علیہ السلام کو خلت (گہری دوستی) ابراہیم علیہ السلام اور دیدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا گیا۔

نوٹ: یہ دیدار کہاں ہوا۔ عرش معلیٰ سے بہت آگے، خاص جلوہ گاہ کبریا میں، جسے مقام یا عالم کہنا بھی مجازاً ہے۔ قرآن پاک نے اس انتہائے قرب کو **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** (یعنی دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی قریب تر ہو گیا) کہا ہے۔

واپسی: احمد' ابن ابی شیبہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر ہی تھے کہ آپ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا اور آپ سے کل آخرت کا وعدہ کیا گیا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

فرضیت نماز: حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا ''اس کے بعد مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں جب میں وہاں سے اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا! کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا روزانہ پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا' آپ کی امت اس پر عمل نہیں کر سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں، اور بنی اسرائیل کے بارے میں بہت کوشش کر چکا ہوں، لہٰذا اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ جا کر اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں پھر گیا تو دس نمازیں کم کر دیں گئیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا دس نمازیں کم کر دی گئیں ہیں۔ بولے اپنے رب کے پاس تخفیف کی پھر درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں پھر گیا اور دس اور کم ہو گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بتایا کہ دس اور کم ہو گئیں، موسیٰ علیہ السلام بولے' پھر جا کر اپنے رب سے تخفیف کی التجاء کر لیجئے، چنانچہ میں آتا جاتا رہا یہاں تک کہ مجھے یومیہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے کہنے لگے آپ کی امت یومیہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حد درجہ محنت و کوشش کر چکا ہوں۔ لہٰذا پھر اپنے پروردگار کے پاس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں نے جواب دیا میں اپنے پروردگار سے درخواست ہی کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے شرم محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ میں راضی ہوں اور اس کا حکم قبول کرتا ہوں۔''

تصدیق صدیق رضی اللہ عنہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا تو آپ صبح کو لوگوں کے سامنے یہ واقعات بیان کرنے لگے تو جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے، ان میں کچھ مرتد ہو گئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تیزی سے آ کر کہنے لگے' آپ کو اپنے صاحب کے بارے میں بھی کچھ خبر ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے' کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا' جی ہاں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا' اگر آپ نے فرمایا تو سچ فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا' کیا آپ رات ان کے بیت المقدس جانے کی تصدیق کرتے ہیں کہ صبح ہونے سے پہلے آ بھی گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میں تو اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو ان کی تصدیق آسمان کی خبر کے بارے میں بھی کرتا ہوں کہ وہ صبح کو خبر دیں یا شام کو، اسی وجہ سے آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ (ابن مردویہ، حاکم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے تقاضے

پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے، یہ محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی ایمان مضبوط ہوگا۔ اس ایمان کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و تعظیم کی جائے اور تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ (وَغَیْرُ ذٰلِکَ)

1۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اکٹھا ذکر قرآن شریف کی سورۃ توبہ میں ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی (اے محبوب) آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کی ہدایت نہیں فرماتا۔ (التوبہ:۲۴)

آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: وَفِی الْآیَةِ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْبِ حُبِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَا خِلَافَ فِی ذٰلِکَ بَیْنَ الْاُمَّةِ وَاَنَّ ذٰلِکَ مُقَدَّمٌ عَلٰی کُلِّ مَحْبُوْبٍ یعنی اس آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کے واجب ہونے کی دلیل موجود ہے اور اس میں پوری امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور یہ محبت ہر محبوب پر بھاری ہے۔ (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۸۸)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں جس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر امت کو ابھارا ہے اور محبت نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور آیت میں جس قدر دلالت اور حجت موجود ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے لازم اور فرض ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کا حقدار ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے جان و مال، اہل و عیال اور اولاد سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر سخت ترین وعید سنائی گئی ہے۔ پھر محبت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے اور انہیں جتلا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور انہیں اللہ ہدایت نہیں دے گا۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵)

حدیث شریف میں ہے:

1۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری حدیث:۱۵ مسلم حدیث:۱۶۹)

2۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ، اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یَّکْرَهَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں پائی جائیں اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے باقی سب سے زیادہ پیارے ہوں، دوسری یہ کہ وہ کسی بندے سے محض اللہ کی خاطر

محبت کرتا ہو، تیسری یہ کہ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ناپسند ہو جس طرح آگ میں گرائے جانا اسے ناپسند ہے۔ (مسلم:۱۶۵، بخاری:۱۶)

3۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًاقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَی السَّاعَةَ قَالَ وَمَا اَعدَدْتَ لَهَا قَالَ مَااَعْدَدْتَ لَهَا اِلَّااَنِّی اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَهُمْ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِی وَفِیْ رَوَایَةٍ قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ مَعَهُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِاَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَکَانَ الرَّجُلَ اِسْتَکَانَ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَااَعْدَدْتُ لَهَا کَثِیْرَصَلَاةٍ وَلَا صِیَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمِثْلُهٗ فِیْ مُوَطَّا الْاِمَامَ مُحَمَّدٍ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اسکے رسول اور ابوبکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آدمی خاموش سا ہوگیا۔ پھر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کے لیے نہ تو زیادہ نماز تیار کی ہے نہ روزے اور نہ ہی زکوٰۃ، ہاں البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی۔ (بخاری حدیث:۳۱۵۳)

4۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَاسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَذْکُرُ النَّبِیَّ ﷺ قَطُّ اِلَّا بَکٰی یعنی حضرت عمرو بن محمد اپنے باپ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا وہ ہمیشہ رونے لگتے تھے۔ (دارمی حدیث:۸۷)

5۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ (الشفاء جلد۲ صفحہ ۱۶)

6۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔ (الشفاء۲/۱۵)

7۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مَاکَانَ اَحَدٌاَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یعنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دنیا کا کوئی شخص محبوب نہیں تھا۔ (مسلم حدیث:۳۲۱)

8۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آپ کے چچا ابو طالب کا مسلمان ہو جانا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہی بات محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کی تھی کہ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو یہ چیز مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ (الشفاء جلد۲ صفحہ ۱۸)

9۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسی محبت کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ، دادا، ہماری ماؤں اور پیاس میں ٹھنڈک سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ (ایضاً)

10۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل مکہ نے قتل کرنے کے لئے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا اے زید میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس وقت یہی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ پر محمد ہوں اور تمہاری جگہ پر ان کو قتل کیا جائے اور تو اپنے گھر والوں میں خیریت سے موجود ہو؟ حضرت زید نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے بھی کوئی کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے آج تک کسی انسان کو دوسرے انسان سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸) اسی طرح کا واقعہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جب انہیں سولی پر چڑھایا گیا اور چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔

11۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور کے باہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑا کیا اور خود اندر تشریف لے گئے تاکہ غار میں سے کوئی مصیبت حضور کو نہ پہنچے۔ اپنی چادر پھاڑ کر غار کے سارے سوراخ بند کر دیے صرف دو سوراخ رہ گئے، ان پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اندر تشریف لے آئیں، آپ ان کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر سانپ نے ڈس لیا مگر انہوں نے حرکت تک نہیں کی تاکہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ نہ جائیں۔ ان کے آنسو آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس پر پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ابوبکر آپ کو کیا ہوا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو ان کی تکلیف رفع ہوگئی۔ (رزین، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۶۰۳۴)

12۔ جنگ احد میں ایک انصاری خاتون رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ وہ میدان احد کی طرف جا رہی تھیں اور لوگوں سے اپنے گھر کے افراد کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دریافت کر رہی تھیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضور الحمدللہ تمہاری مرضی کے مطابق خیریت سے ہیں، کہنے لگیں مجھے دکھاؤ میں حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب حضور پر نظر پڑی تو کہنے لگیں کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ یعنی آپ کو دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)

13۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ شریف میں اہل مکہ سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ مکہ والوں نے انہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے فرمایا: مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یعنی میں کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہیں کرتے۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۱)

14۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں بلاوجہ شریک نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ناراضگی آ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توبہ قبول ہونے تک لوگوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں حاضر رہتا تھا، حضور نماز کے بعد مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے میں سلام عرض کرتا تو غور سے دیکھتا رہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضور نے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں کہ نہیں۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نماز پڑھتا تھا، میں نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چوری چوری دیکھتا رہتا تھا، جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور مجھے دیکھنے لگتے اور جب میں حضور کی طرف دیکھتا تو حضور دوسری طرف دیکھنے لگتے تھے۔ (مسلم حدیث: ۷۰۱۶ بخاری ۴۴۱۸)

15۔ آخری دنوں میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازیں پڑھاتے تھے۔ سوموار کے دن لوگ نماز میں کھڑے تھے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہم سب لوگ عین نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور قرآن کے

ورق کی طرح تھا کَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مَصْحَفٍ پھر آپ مسکرائے اور ہمیں خیال آنے لگا کہ کہیں ہم حضور کی دیدار کی خوشی کی وجہ سے نمازیں نہ توڑ بیٹھیں۔ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل مصلۂ امامت سے پیچھے ہٹے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تشریف لانے والے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرادیا، اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا۔(بخاری حدیث:۶۸۰،مسلم حدیث:۹۴۴)

16۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوسکتے۔آپ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میری سوچ یہی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے کسی کام سے بلایا اور آپ واپس تشریف لے آئیں گے۔انہوں نے تلوار نکال لی اور فرمایا جس نے کہا کہ حضور فوت ہوگئے ہیں میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور خطبہ دیا جس میں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّارَسُوْلٌ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ آیات پڑھیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا یقین آگیا اور حیرت جاتی رہی۔(بخاری حدیث:۳۶۶۸)

17۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین ہورہی تھی اور آخر میں قدمین شریف کی طرف سے قبر انور بند کی جانے لگی تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر شریف کے اندر گرادی اور کہنے لگے میری انگوٹھی اندر گرگئی ہے،لوگوں نے انہیں قبرِ انور کے اندر اتر کر انگوٹھی اٹھانے کی اجازت دے دی۔انہوں نے اندر اتر کر اپنی انگوٹھی اٹھالی اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس قدمین کو ہاتھ لگا کر باہر آگئے۔بعد میں ساری زندگی فخر کرتے رہے کہ میں وہ واحد شخص ہوں جس نے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو سب سے آخر میں مس کیا ہے۔(سیرت ابن ہشام ۴/۶۶۴)

18۔ایک عورت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کا دروازہ کھول دو۔انہوں نے دروازہ مبارک کھول دیا، وہ عورت قبر انور پر اتنا روئی کہ اس کی وفات ہوگئی۔(الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۹)

19۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عوام کی دیکھ بھال کے لیے رات کو گشت کررہے تھے۔آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا ایک بوڑھی عورت سوت کات رہی تھی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور جدائی میں شعر پڑھ رہی تھی:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْاَبْرَار　　صَلَّی عَلَیْهِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَار

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَار　　یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَار

هَلْ تَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِی الدَّار

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کے پیاروں کی طرف سے درود ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پاک اور نیک لوگوں کا درود ہو۔یارسول اللہ آپ رات کو قیام فرماتے اور سحری کے وقت رویا کرتے تھے۔کاش میں جان لیتی کہ میں اور میرا محبوب ایک جگہ پر اکٹھے ہوں گے کہ نہیں۔اس لئے کہ موت مختلف طریقوں سے آتی ہے اور نہ جانے میری موت کس حالت میں آئے اور مرنے کے بعد حضور سے ملاقات ہوسکے یا نہ ہوسکے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ کر رونے لگے۔(الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)

20۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ　　فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ　　وَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

ترجمہ: یارسول اللہ آپ میری آنکھوں کی کالی دھیری تھے، آپ کے جانے سے میری آنکھیں اندھی ہوگئیں ہیں۔اب آپ کے بعد جس کا جی چاہے مرجائے، مجھے اگر خوف تھا تو آپ سے بچھڑنے کا خوف تھا۔

21۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تو ان پر کیف طاری ہو جاتا اور ان کے جسم پھڑ کنے لگتے اور وہ رونا شروع کر دیتے تھے اور یہی حال بے شمار تابعین کا بھی تھا۔(الشفاء جلد۲صفحہ۲۰)

22۔حضرت عبدہ بنتِ خالد فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بنت معدان رضی اللہ عنہ جب رات کو سونے لگتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مہاجرین وانصار صحابہ سے ملاقات کے شوق میں ان کا نام لے لے کر فرماتے تھے کہ یہ ہستیاں میرے اصول وفروع ہیں، میں ان سے بچھڑ گیا ہوں، میرا دل انہی کی خاطر تڑپتا ہے، میرا فراق طویل ہو چکا ہے، اے میرے اللہ میری روح قبض کر کے مجھے جلدی ان سے ملادے۔یہ کہتے کہتے انہیں نیند آجاتی تھی۔(الشفاء جلد۲صفحہ۱۷)

23۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے کہا: وَاحُزْنَاہ یعنی ہائے غم، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاطَرَبَا غَداً الْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّداً وَحِزْبَہٗ یعنی واہ خوشی، میں کل اپنے پیاروں محمد اور اس کے ساتھیوں سے جاملوں گا۔(الشفاء جلد۲صفحہ۱۸)

24۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند، چادر، قمیض، بال اور ناخن مبارک تھے۔انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض کا کفن دینا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر میں لپیٹنا اور تہبند مبارک کا اِزار بنانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک میرے چہرے اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور مجھے ارحم الرحمین کے حوالے کر دینا۔(الاکمال مع المشکوٰۃ صفحہ۶۱۷)

25۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے غم کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور شام میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔انہیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ مدینہ میں آکر ہمیں مل جاؤ وہ صبح اٹھے تو مدینہ شریف کا رخ کیا، مدینہ شریف پہنچے تو ہر طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ہر کسی کی زبان پر تھا بلال آگئے، بلال آگئے۔جب وہ مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو دیوانہ وار کبھی حجرات میں جا کر حضور کو تلاش کرتے اور کبھی مسجد شریف میں، جب روضہ انور پر گئے تو اپنا سر قبر انور پر ڈال کر دھاڑیں مار مار کر روئیں۔صحابہ کرام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان پاس موجود تھے، حضرت بلال بے ہوش ہو کر گر گئے، لوگوں نے جب ہوش دلایا سب لوگ فرمائش کرنے لگے کہ اذان سناؤ، انہوں نے معذرت کی کہ میں اذان نہیں پڑھ سکتا۔محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اذان پڑھتے وقت محبوب کا چہرہ سامنے ہوتا تھا اب میں کون سے چہرے کو دیکھ کر اذان پڑھوں گا۔لوگوں نے شہزادۂ رسول حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے سفارش کرائی، شہزادوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر فرمائش کی کہ چچا جان اذان سنایئے۔آپ اس فرمائش کو ٹال نہ سکے اور کھڑے ہو کر اذان شروع کر دی، اذان آگے کو بڑھ رہی تھی اور مدینہ منورہ میں کہرام برپا ہو رہا تھا۔جب آپ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو مدینہ کے گھروں میں سے باپردہ خواتین بھی بے قابو ہو کر باہر نکل آئیں۔پورا مدینہ قبرِ انور کی طرف پرواز کر کے اُمڈ رہا تھا اور ایسے لگتا تھا کہ حضور کا وصال آج ہی ہوا ہے۔

حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تمام احوال کا حکمران اور متصرف نہیں سمجھتا اور اپنی جان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت نہیں جانتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی حلاوت سے بے خبر ہے۔اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔(الشفاء جلد۲صفحہ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کا خلاصہ اور اِجمال ہے۔اس محبت کی تین قسمیں ہیں۔ایک محبت عقلی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے نہ چاہنے کے باوجود نفس کی مخالفت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز پر ترجیح دے۔ اس سے بہتر محبت ایمانی ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی سن کر یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد آنے پر مسلمان کے

دل میں تعظیم اور محبت کا ایک کرنٹ سا گزرے، یہ کرنٹ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ایمان مضبوط ہوگا۔
اس سے بھی بہتر محبت طبعی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شوق رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اداس ہو جایا کرے اور ماں باپ اور اولاد کی حسی محبت سے یہ محبت بڑھ جائے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد میں آنے والے بعض امتیوں کے حق میں فرمایا کہ: اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْرَاٰنِی بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ یعنی میری امت میں سے مجھ سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے، ان میں سے ایک یہ چاہے گا کہ کاش وہ اپنا مال اور اولاد قربان کر کے مجھے ایک جھلک دیکھ سکے۔ (مسلم حدیث ۱۴۵ے ومشکہ بخاری حدیث:۳۵۸۹)
محبت کی اقسام میں سے کسی ایک کی چھوٹی سی چنگاری بھی اگر کسی کے دل میں موجود ہے تو یہ عین ایمان ہے اور یہ محبت جس قدر ترقی کرتی جائے گی اتنا ہی ایمان مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔
محبت کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ یعنی جو جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔ (کنز العمال جلد اصفحہ ۴۲۵)
محبت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ عاشق کو محبوب میں عیب نظر نہ آئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حُبُّکَ الشَّیْئَی یُعْمِیْ وَیُصِمُّ یعنی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد حدیث ۵۱۳۰) یعنی وہ محبوب میں عیب نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی سے اس کا عیب سن سکتا ہے۔
یہ عام محبوب کی بات ہے جس میں عیب موجود تو ہوتا ہے مگر اس کا عاشق نہ عیب دیکھ سکے نہ سن سکے۔ اور جس محبوب میں عیب ہو ہی نہیں اس کے عاشق کا کیا رویہ اور کیا ایمان ویقین ہونا چاہیے؟ آپ خود اس بات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔
معلوم ہوا کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا یہ ہے کہ مرتبہٗ الوہیت کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر وصف کمال کسی حیل وحجت کے بغیر آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اَلاَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلاَ فَخَرَ یعنی خبردار! میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔ (ترمذی حدیث:۳۶۱۶)
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب میں عیب دیکھنا اور اس کا عیب سننا محبت کے منافی ہے۔ تو پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب میں کوئی عیب رکھا ہی کیوں ہوگا؟ لہٰذا یہ بات اچھی طرح طرح باور کر لینی چاہیے کہ ہر وہ عقیدہ جس میں سے تنقیصِ رسالت کی بو آئے اور شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے میں بخل اور تنزل کے جراثیم پائے جائیں، وہی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی سمجھا جائے گا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں تو اس نسبت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا محبتِ الٰہی اور توحید خداوندی کا تقاضا ہے۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی امت سے محبت کرتے ہیں اور ہم جیسے سیاہ کاروں کے لیے رو رو کر دعائیں فرماتے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنے ان امتیوں سے مل سکوں جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا مگر پھر بھی وہ مجھ پر ایمان لائے۔ (مسند احمد ۱۲۵۸۶)
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں توحید سکھائی، قرآن دیا، اسلام دیا اور بے شمار احسانات فرمائے۔ ایسے محسن حبیب ہماری محبت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
ہر پیر، ہر عالم اور ہر خطیب پر لازم ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرے اور

کوئی ایسی بات یا عقیدہ لوگوں میں نہ پھیلائے جس کے نتیجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں میں کم ہوتی ہو۔

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے بھی محبت کی جائے اور محبوب کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام واہلِ بیت اطہار کی محبت ہمارا ایمان ہے۔

تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم قرآن پاک میں بار بار ہوا ہے۔ فرمایا: رسول کی تعظیم کرو اور توقیر کرو۔ (الفتح:۹) دوسری جگہ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو۔ اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح مت پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ (حجرات:۱تا۲)

حدیث شریف میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد عروہ بن مسعود نے قریشِ مکہ کو جا کر تعظیمِ رسول کا آنکھوں دیکھا منظر بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں جا چکا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں، اللہ کی قسم میں نے اتنی تعظیم کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی جتنی تعظیم محمد کی اُس کے صحابہ کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ بلغم پھینکتا ہے تو اس کے صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے، جب وہ کسی کو حکم دیں تو سارے بھاگ پڑتے ہیں، جب وہ وضو کرتا ہے تو یہ لوگ وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ جب وہ بات کرے تو یہ سب اس کے سامنے چپ ہو جاتے ہیں، اس کے ادب کی وجہ سے اس کے چہرے کی طرف نظر جما کر دیکھتے بھی نہیں۔ اے لوگو! وہ تمہارے پاس ہدایت کا پیغام لایا ہے اُسے قبول کر لو اور مسلمان ہو جاؤ۔ (مسلم حدیث:۲۷۳۱)

حجام جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک بناتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اردگرد جمع ہو جاتے، اُن کی کوشش ہوتی کہ ایک بال بھی کٹے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آئے۔ (مسلم حدیث:۶۰۴۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سجادہ بچھاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے نماز، عصا مبارک، چادر مبارک، مسواک مبارک، وضو کا برتن اور نعلین پاک اپنے پاس رکھتے تھے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحبِ نعلین کہا جاتا تھا یعنی حضور کے نعلین والا۔ (مسند امام اعظم ص ۱۸۴، ومثلہ فی بخاری)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے ابوسفیان جب صلح کا معاہدہ مضبوط کرنے کے لیے مدینہ شریف گئے تو اپنی بیٹی کے پاس گئے، جب بستر پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اس بستر کے قابل نہیں ہوں یا یہ بستر میرے قابل نہیں ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے جب کہ تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو، میں نہیں چاہتی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھو، ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تم میرے بعد بہت بگڑ گئی ہو۔ (سیرت ابن ہشام جلد۴، صفحہ ۳۹۶)

جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر سے عین میدانِ جنگ میں ٹوپی گر گئی۔ میدانِ جنگ میں تلواروں کی چھنکار میں ٹوپی اٹھانے کے لیے نیچے جھکنا موت کو دعوت دینا تھا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے موت کی پرواہ کئے بغیر جھک کر ٹوپی اٹھالی۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ایک معمولی ٹوپی کی خاطر اتنا بڑا رِسک کیوں لیا؟ آپ نے فرمایا دراصل اس ٹوپی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مبارک تھا، میں نہیں چاہتا کہ یہ بابرکت بال کسی مشرک کے ہاتھ لگے۔ آپ اس بال مبارک کی برکت سے دشمن کے خلاف مدد طلب کرتے تھے۔ (الشفاء جلد۲، صفحہ۴۴)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وفد بنی قیس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا رہے تھے اور باری باری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوم

رہے تھے۔(ابوداؤد حدیث ۵۲۲۵) حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک چومے۔(ابن ماجہ حدیث:۳۷۰۴) یہودیوں کے ایک وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متاثر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے۔(ترمذی حدیث:۲۷۳۳)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھے اور ٹھیکرے میں بول مبارک فرمایا، میں رات کو جاگی تو مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، میں نے وہ بول مبارک بے خبری میں پی لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اٹھے تو فرمایا اے ام ایمن اس ٹھیکرے کو اٹھالو اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر گرادو۔ میں نے عرض کیا حضور وہ تو میں نے رات کو پی لیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نظر آگئے، پھر فرمایا آج کے بعد تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔(الشفاء جلد ا،صفحہ ۴۱)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے، ان میں سے جو خون مبارک نکلا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے بچا کر دفن کردو۔ میں اسے لے کر ایک طرف ہوگیا اور چھپ کر اسے پی لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں نے اسے پی لیا ہے، آپ ہنس پڑے۔(شعب الایمان للبیہقی جلد ۵،صفحہ ۲۳۳)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ ادب کی وجہ سے منبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کے قدموں والی جگہ بیٹھتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا جانے لگا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے نیچے رکھے گئے اور جب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدموں سے نیچے رکھے گئے۔

2۔اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قرآن شریف میں بار بار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم ہوا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: **مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ** یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔(النساء:۸۰)

گویا اللہ کی اطاعت کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا واسطہ ضروری ہے۔اس واسطے کو نکال کر براہِ راست اللہ کی اطاعت کا تصور محض خبط اور پاگل پن ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند نہیں اور سنت کا متبع نہیں اس کے دعوائے محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں:

تَعْصِی الْحَبِیْبَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ　　هٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعْتَهٗ　　اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تو حبیب کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔ بخدا یہ بات تعجب انگیز ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا۔ اس لیے کہ محبّ اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوا کرتا ہے۔

4۔اللہ کا شکر: اللہ کریم جل شانہ نے اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: **وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ** یعنی میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔(البقرۃ:۱۵۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا** یعنی یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا۔(آل عمران:۱۶۴)

جب ایک عام نعمت کا شکر لازم ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا ہونے کا شکر سب سے بڑھ کر لازم ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم

الرضوان کی بچیوں کے مشہور اشعار پڑھنے کے لیے یہ مناسب موقع معلوم ہوتا ہے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اِس دنیا میں تشریف لانے کی خوشی میں شکرانے کے طور پر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے۔(مسلم حدیث:۲۷۵۰)

یہ شکر پوری امت پر واجب ہے اور اِسے محافل میلاد کی صورت میں بجالانا مستحب ہے۔

کرم غلام رسول پہ اُن کا بے حد ہے اس پر دن بھر رات ترانے لازم ہے

5۔ کثرتِ درود وسلام: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجنا ایمان اور محبت کا تقاضا بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا شکرانہ بھی ہے۔ جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا سَيِّدَ نَا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُهٗ.

اسلامی عقائد کا خلاصہ: (۱) مسلمان اللہ کو ایک مانتے ہیں۔

(۲) مسلمان تمام رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ کسی ایک نبی کے انکار یا بے ادبی کو کفر سمجھتے ہیں۔

(۳) مسلمان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اِن میں سے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن پاک ہمارے نبی سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ سابقہ کتابوں کی تعلیمات کسی خاص قوم یا علاقے یا وقت تک محدود تھیں جب کہ قرآن کی تعلیمات ساری دنیا کے لیے ہیں۔ اب قرآن پاک کے آجانے کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی، یہ کتابیں اگر چہ منسوخ ہو چکی ہیں لیکن ان کا انکار کر دینا کفر ہے۔

(۴) مسلمان قیامت یعنی آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سب لوگوں نے مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حساب دینا ہے۔ اس عقیدہ کا فائدہ یہ ہے کہ حساب کتاب کا خوف انسان کو اپنا کردار درست رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

(۵) مسلمان فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں جو نظر نہیں آتے۔ یہ اللہ کا حکم مانتے ہیں اور ڈیوٹی دیتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں، حضرت میکائیل علیہ السلام روزی کے فرشتے ہیں، حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانوں کی روح قبض کرتے ہیں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صُور پھونکیں گے، یہ چار مشہور فرشتے ہیں۔

(۶) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوا یا ہوگا سب کچھ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے۔ خیر اور شر سب اللہ کی تقدیر سے ہے مگر بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور شر کو اپنی طرف منسوب کرے۔ اس عقیدے کا نام عقیدۂ تقدیر ہے۔

اِن چھ باتوں پر ایمان لانے کو ایمان مفصّل کہتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن اور حدیث میں اس طرح ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْدًا یعنی جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ (النساء:۱۳۶)

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ یعنی ایمان لاؤ اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور خیر وشر کی تقدیر پر۔ (مسلم حدیث:۹۳، ابوداؤد حدیث:۴۶۹۵، ترمذی حدیث ۲۶۱۰)

اور اس سارے کچھ کا خلاصہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہاں تک اسی کلمہ طیبہ کی تشریح مکمل ہوئی۔

''مکتوب بست ودوم''/ مکتوب نمبر۲۲

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی۔۔۔۔۔شرح مکتوبات شریف

(محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ)

عربی	فارسی	اردو
''اُرسلَ الی الشیخ عبد المجید ابن الشیخ محمد المفتی اللاھوری فی بیان وجہ التعلق بین الروح والنفس وبیان عروجھما ونزولھما وبیان الفناء الجسدیّ والروحیّ وبقائھم اوبیان مقام الدعوۃ والفرق بین المستھلکین من الاولیاء والراجعین الی الدعوۃ''	''مکتوب بست ودوم بشیخ عبد المجید پسر شیخ محمد مفتی لاہوری صدور یافتہ در بیانِ جہتِ تعلق میان روح ونفس وبیان عروج ونزول اینان وبیانِ فناء جسدی وروحی وبقاء ایشان وبیانِ مقام دعوت وبیانِ فرق میانِ آنانکہ از اولیاء مستھلک اند وآنانکہ بمقام دعوت راجع''	۲۲ واں مکتوب شریف شیخ عبد المجید ولد شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف بھیجا گیا ہے روح اور نفس کے درمیان تعلق کی جہت کے بیان میں اور انکے عروج ونزول کے بیان میں اور جدی وروحی فناء اور انکی بقا کے بیان میں اور مقام دعوت کے بیان میں اور اولیاء میں سے جو مستھلک ہیں اور جو مقام دعوت کی طرف لوٹنے والے ہیں کے درمیان فرق کے بیان میں ہے۔
''سبحان من جمع بین النور والظلمۃ وقرن اللامکانیُّ المتبرِّیءُ عن الجہۃ مع المکانی الحاصل فی الجہۃ فحبّب الظلمۃ الی النور فعشق بھاوامتزج معھا بکمال المحبۃ لیزداد بھذا التعلقِ جلاءُہٗ ویکمُل بمجاورۃ الظلمۃ صفاءُہٗ''	''پاک است ومنزہ ذاتیکہ نور را باظلمۃ جمع کرد ولا مکانی راکہ از جہت بری است بامکانی کہ در جہت است ہمقرین ساخت وظلمت را بنظر نور محبوب گردانید پس آن نور فریفتہ شد بروّی وبکمال محبت اختلاط کرد باوی تا باین تعلق افزون گردجلاءِ او وبمجاورۃِ ظلمت کامل شود صفائی او''	پاک ہے وہ ذات کہ جس نے نور کو تاریکی کے ساتھ جمع کیا ہے اور اس لامکانی کو جو جہت سے پاک ہے اس مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ملا دیا ہے اور ظلمت کو نور کا محبوب بنا دیا کہ وہ نور ظلمت پر عاشق ہو گیا ہے اور نور ظلمت میں ظلمت کی محبت کا کمال خمیر کر دیا ہے تا کہ اس تعلق کی وجہ سے نور کی روشنی زیادہ ہو اور تاریکی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے نور کی صفائی کامل ہو۔
''کالمرآۃ اذا ارید صقالتُھا وقُصد ظھورُ لطافتھا خُرِبت اولاً لیظھر بمجاورۃ الظلمۃ الترابیۃ صفاءھا ویزداد بتعلق الکثافۃ الطینیۃ بھاءُھا''	''ہمچو آئینہ کہ چون صفائش خواہند واظہار لطافتش راقصد کنند اولش خاک آلود گردانند تا بسبب مجاورۃ ظلمۃ ترابیہ صفائی او ظاہر گردد وبباعث تعلق کثافت طینیہ بہاء او افزون شود''	جیسا کہ شیشہ جب اسکی صفائی کرنا چاہتے ہیں اور اسکی لطافت ظاہر کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اس پر مٹی ملتے ہیں تا کہ مٹی کی تاریکی کی وجہ سے اسکی صفائی ظاہر ہو اور کیچڑ کی کثافت سے تعلق کے سبب اسکا بھاؤ (قیمت) بڑھے۔
''فنسی ذالک النور ما حصل لہ اوّلا من شھودہٖ القدسی بل جُھِلَ نفسہ وتوابعہ الوجودیۃ باستغراقہ فی شھود معشوقہ الظلمانیِ و تعلقہ بالھیکل الھیولانیِ''	''پس آن نور بباعثِ استغراق در شہودِ معشوقِ ظلمانی و تعلق بہ ہیکلِ ہیولانی فراموش نمود آن چہ اورا پیشتر حاصل بود از شہود قدسی خود بلکہ از ذاتِ خویش وتوابع وجودخود ہم بے خبر گشت''	پس وہ نور تاریکی والے معشوق کے شہود میں محو ہونے اور ہیولانی جسم سے تعلق کے باعث بھول گیا اس چیز کو جو پہلے اسکو شہود قدسی سے حاصل ہوئی تھی بلکہ اپنی ذات اور تابع چیزوں سے بھی بے خبر ہو گیا۔

''فصار من اصحاب المشأمۃ فی مصاحبۃ و ضاع من کرامات المیمنۃ فی مجاورتہ''	''پس آن بدِ نور در مصاحبتش از اصحاب مشئم گردید و در مجاورتش فضائل میمنہ را ضائع نمود''	پس وہ نور اس تاریکی کا ساتھی بن کر بائیں ہاتھ والوں سے ہوگیا اور اسکے ساتھ میں رہ کر دائیں ہاتھ والوں کے فضائل ضائع کردیئے (یعنی بدکار ہوکر جہنمی ہوگیا)۔
فان بقی فی مضیق ھذا الاستغراق ولم یتخلص الی فضاء الاطلاق فالویل لہ کلّ الویل لمالم یتیسر لہ ما ھو المقصود منہ وضاع جوھر استعدادہٖ فضلّ ضلالا بعیدا''	''پس اگر در تنگنائے این استغراق باقی ماند و بفضائے اطلاق نرسید وائے است براو ہزار وائے زیرآنکہ از وجودش آنچہ مقصود بود میسر نہ گردید و جوہر استعدادش نیز بضیاع انجامید فضل ضلالا بعیدا''	پس اگر وہ نور اسی تاریکی کے استغراق کی تنگی میں پھنسا رہا اور آزادی کی فضا تک نہ پہنچا پھر تو اسکے لئے پوری پوری ہلاکت ہے۔ اسلئے کہ اسکے وجود سے جو مقصود تھا میسر نہ ہوا (اللہ کی معرفت نہ ملی) اور آخرکار اسکی استعداد کا موتی بھی ضائع ہوگیا پس وہ گمراہی میں بہت دور چلا گیا (جہاں سے واپسی ممکن نہیں)
''وان سبقت لہ الحسنیٰ وادرکتہ العنایۃ القصویٰ رفع رأسہ وتذکّر ما ضلّ عنہ فرجع القھقریٰ قائلاً''	''واگر سابقاً مقرر شد برائے او حسنیٰ و یافت اورا عنایت قصویٰ خود را متوجہ ساخت و آنچہ از وگم شدہ بود بیاد آورد پس رجعت قہقری نمود قائلاً''	اور اگر پہلے سے مقرر اچھائی اسکی طرف آگے بڑھی اور اللہ کی بلند عنایت نے اسکو پالیا تو اس نے اپنا سر اٹھایا یعنی متوجہ ہوا اور اپنی گم شدہ چیز کو یاد کرلیا پس پچھلے پاؤں لوٹا یہ کہتے ہوئے اے میری امید تیری ہی طرف ہے میرا حج اور عمرہ۔
''الیک یا مُنیتی حجی ومعتمری ان حج قوم الی تُرب واحجارٖ''	''ای امیدم سویتو بس عمرہ و حج من است۔ حج گو میکردد قومے جانب خاک و حجر''	اگر قوم نے مٹی اور پتھروں کی طرف حج کیا (یعنی لوگ کعبہ کی طرف حج کرتے ہیں میرا حج و عمرہ اللہ کی طرف ہے)۔
''وان حصل لہ الاستغراق ثانیاً فی شھود المطلوب الاقدس علیٰ احسن طرق وتیسّر لہ التوجہ الی الجناب المقدس باکمل وجوہٍ تبعہ الظلمۃ واندرجت فی غلبات انوارہٖ''	''واگر اورا بار دوم در شہود مطلوب اقدس باحسن طرق استغراق حاصل گردید و توجہ بجناب مقدس باکمل وجوہ میسر اندرین وقت ظلمت بدامن او خواہد آویخت و در غلبات انوار او مندرج خواہد شد''	اور اگر اسکو دوسری مرتبہ مطلوبِ اقدس کے شہود میں استغراق حاصل ہوجائے اور مقدس دربار کی توجہ باکمل وجوہ میسر ہوتو اس وقت تاریکی اس کے دامن کے ساتھ لٹک جائیگی اور اسکے انوار کے غلبوں میں شامل ہوجائیگی۔
''فاذا بلغ ھذا الاستغراق الی ان نسی المتعلق الظلمانی راساً وجھل نفسہ وتوابع وجودہٖ کلیۃ فاستھلک فی مشاھدۃ نور الانوار''	''و دران زمان کہ این استغراق بدیں حد انجامد کہ متعلق ظلمانی خودش را بہ ہر نہج فراموش سازد و از ذات و توابع وجودِ خود کلیۃ بےخبر ماند و در مشاہدہ نور انوار مستہلک شود''	پس جب یہ استغراق اس حد کو پہنچا کہ متعلق ظلمانی کو بالکل بھول گیا اور اپنے نفس اور اسکے وجود کے توابع سے بالکل بےخبر ہوگیا تو تمام انوار کے نور کے مشاہدہ میں فنا ہوگیا۔
''وحصل لہ حضور المطلوب ورآء الاستار شُرّف بالفناء الجسدیّ والروحیّ''	''وحضور مطلوب اورا از ورائے استار حاصل گردد بفناءِ جسدی و روحی مشرف خواہد گردید''	اور اسکو مطلوب کا حضور پردوں کے پیچھے سے حاصل ہوتا ہے جسم اور روح کے فناء سے مشرف ہوجائیگا۔ (یعنی جسم اور روح کے فنا کا مقام حاصل ہوجاتا ہے)۔

''وان حصل لہ البقاء بذالک المشہود ایضا بعد الفناء فیہ فقد تمت لہ جھتا الفناء والبقاء وصح علیہ اطلاق اسم الولایۃ ح فحینئذٍ لا یخلو حالہ من امرین''	''واگر نیز میسر شد او را بقا بدین مشہود بعد از فنا دران پس ہر دو جہت بقا وفنا بتمام وکمال او را حاصل شد واکنون اطلاق اسم ولایت برآن راست آمد پس دریں صورت حالش از دو امر خالی نیست''	اور اگر چہ اسکو اس مشہود کے ساتھ اس میں فنا کے بعد بقا بھی میسر ہوتی ہے پس بقا اور فنا کی ہر دو جہت اسکو بتمام و کمال حاصل ہو جاتے ہیں اور اب اس پر ولایت کا نام اطلاق کرنا درست ہے پس اس صورت میں اسکا حال دو امر سے خالی نہیں
''إمّا الاستغراق فی المشہود بالکلیۃ والاستھلاک فیہ علی الدوام وإمّا الرجوع الی دعوۃ الخلق الی الحق عز سلطانہ، بان یصیر باطنہ مع اللہ سبحانہ وظاھرہ مع الخلق''	''استغراق صِرف است در مشہود خود کلیۃ و استہلاک محض است دروی علی الدوام یا رجوع است بدعوتِ خلق بحضرت حق عز سلطانہ بنحیکہ باطنش بحق سبحانہ باشد وظاہرش بخلق''	یا تو مشہود میں کلیۃ صرف استغراق ہے اور اس میں ہمیشگی استہلاک محض ہے یا حضرت حق عز سلطانہ کی طرف خلق کو دعوت دینے کی طرف رجوع ہے اس طریقہ سے کہ اسکا باطن حق سبحانہ کے ساتھ ہے اور اسکا ظاہر خلق کے ساتھ ہے۔
''فیتخلّص النور من الظلمۃ المندرجۃ فیہ المتوجّہ الی المطلوب ویصیر بھذا التخلص من اصحاب الیمین''	''واندرین وقت نور از دستِ ظلمتے کہ دروے مندرج است ومتوجہ بمطلوب خود رہائی یابد وبدین رہائی از اصحاب یمین گردد''	پس اس وقت نور اپنے اندر شامل تاریکی سے رہائی حاصل کر کے مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس رہائی کے ساتھ اصحاب یمین سے ہو جاتا ہے۔
''وھو وان لم یکن لہ فی الحقیقۃ یمین ولا بشمال لٰکن الیمین اولی بحالہ وانسب بکمالہ لجامعیۃ الجھۃ الخیریۃ مع اشتراکھما فی الیُمن و البرکۃ کما وقع فی شانہ عز شانہ کلتا یدیہ یمین وتنزل تلک الظلمۃ من ذالک النور فی مقام العبادۃ واداء الطاعۃ''	''واو اگر چہ فی الحقیقت نہ یمین است ونہ شمال ولیکن یمین بحال او اولی است وبکمال او انسب بہ سبب جامعیتِ آن جہتِ خیریت را باوجود اشتراک ہر دو در یُمن و برکت چنانچہ در شانِ آن عز شانہ دار راست کلتا یدیہ یمین وآن ظلمت از ان نور در مقام عبادت واداء اطاعت فرود آید''	اور اسکے لئے فی الحقیقت نہ دایاں ہے نہ بایاں ہے لیکن اسکے حال کا ساتھ دایاں کا لفظ ہی بہتر ہے اور اسکے کمال کے مناسب ہے بایں وجہ کہ یہ لفظ جہت خیریت کا جامع ہے باوجود ہر دو کے اشتراک کے یمن اور برکت میں جیسا کہ آن عز شانہ کی شان میں وارد ہے کہ اسکے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور وہ تاریکی اس نور سے مقام عبادت اور اطاعت میں نیچے اُتر جاتی ہے۔
''ونعنی بالنور اللاّ مکانی الروح بل خلاصۃ وبالظلمۃ المقیّدۃ بالجھۃ النفس''	''ومراد ما از ان نورِ لامکانی روح است بلکہ خلاصہء او واز ظلمتِ مقیدہ بجہت نفس''	اور نورِ لامکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اسکا خلاصہ اور ظلمتِ بجہت سے مراد نفس ہے۔
''وکذا المراد بالباطن والظاھر''	''وہمین است مراد ما از باطن وظاہر''	اور یہی ہماری مراد ہے باطن اور ظاہر سے (باطن حق کے ساتھ ظاہر خلق کے ساتھ یعنی روح باطن اور نفس ظاہر ہے)۔
''فان قال قائل انّ لِلاولیاء المستھلکین ایضاً شعوراً بالعالم وتوجُّھاً الیہ واختلاطاً مع بنی نوعھم فما معنی الاستھلاک والتوجہ بالکلیۃ علی الدوام وما الفرق بینھم وبین المرجوعین الی العالم لِلدعوۃ''	''اگر کسے گوید کہ اولیاء مستہلکین را نیز شعور است بعالم وتوجہ است بآن واختلاط است با بنی نوع خود پس معنی استہلاک وتوجہ تام علی الدوام چیست وچہ فرق است میانِ شان ومیان مرجوعین بعالم از برائے دعوت''	پس اگر کوئی کہے کہ فانی اولیاء کے لئے بھی جہان کو شعور ہوتا ہے اور اسکی طرف توجہ ہوتی ہے اور اپنے بنی نوع کے ساتھ میل جول بھی ہوتا ہے تو پھر استہلاک اور توجہ تام علی الدوام کا کیا معنی ہے اور کیا فرق ہے درمیان ان فانی اولیاء کے اور درمیان عالم کی طرف رجوع کرنے والے دعوت کے لئے کے (یعنی

		فنا ہونے والے اور رجوع کرنے والے کے درمیان کیا فرق ہے)(سوال مکمل ہوا)۔
''قلنا اِن الاستھلاک والتوجہ بالکلیۃ عبارۃ عن توجہ الروح والنفس معاً بعد اندراج النفس فی انوار الروح کمامرّت الاشارۃ الیہ''	''گوئیم کہ استہلاک و توجہِ تام عبارت است از توجہِ روح و نفس معا بعد از اندراج نفس در انوار روح چنانچہ اشارتے بآن رفت''	ہم (جواب میں) کہیں گے کہ فنا اور پوری توجہ عبارت ہے روح اور نفس کے اکٹھا توجہ کرنے سے نفس کے انوار روح میں داخل ہونے کے بعد جیسا کہ اس طرف اشارہ گزر چکا ہے۔
''والشعور بالعالَم ونحوہٗ انما یکون بالحواس و القویٰ والجوارح التی ھی کالتفاصیل للنفس فالمجمل الملخص مستھلک فی ضمن انوار الروح فی مطالعۃ المشھود وتفصیلہ باقٍ علٰی الشعور السابق من غیر تطرّقِ فتور فیہ بخلاف المرجوع الی العالَم فاِنّ نفسہ بعد کونھا مطمئنۃ تخرج من تلک الانوار للدعوۃ وتحصیل لہ المناسبۃ مع العالَم فیقع الدعوۃ بسبب تلک المناسبۃ فی معرض الاجابۃ''	''وشعور بعالم و ما نندآن بحواس و قویٰ و جوارح میباشد نہ بغیر پس مجمل ملخص مستھلک است در ضمن انوار روح بمطالعہ مشہود و تفصیل او بر شعور سابق باقی است بے آنکہ فتورے دراں راہ یابد بخلاف آنکہ مرجوع است بعالم زیر انکہ نفس او بعد از حصولِ اطمینان برون می آید ازان انوار برائے دعوت و اورابعالم مناسبت حاصل میشود و سبب این مناسبت دعوتش در معرض اجابت درآید''	اور اس جہان کا شعور اور اسکی مثل کی چیزیں حواس اور قوتوں اور جوارح کے ساتھ ہوتا ہے جو نفس کی تفاصیل ہیں پس مجمل ملخص انوارِ روح کے ضمن میں مشہود کے مطالعہ میں فنا ہے اور اسکی تفصیل پہلے شعور پر باقی ہے بغیر اسکے کہ اس میں کوئی فتور واقع ہو بخلاف مرجوع الی العالم کے بے شک اسکا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد ان انوار سے دعوت کے لئے باہر نکل جاتا ہے اور اسکو جہان کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہو جاتی ہے پس اس مناسبت کی وجہ سے دعوت قبولیت کے مقام میں واقع ہوتی ہے۔
''واما اَنّ النفس مجملۃ'' والحواسّ ونحوھا تفاصیلُھا فلِاَن النفس لھا تعلق بالقلب الصنوبری وھو المتعلق للروح بتوسط الحقیقۃ الجامعۃ القلبیۃ''	''واما بیانِ این کہ نفس مجمل است وحواس وامثال او شان تفاصیل او پس بجہت آنکہ نفس را تعلق است بقلب صنوبری و او متعلق روح است بتوسط حقیقۃ جامع قلبیہ''	اور بہر صورت اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے اور حواس اور ان کے امثال اسکی تفاصیل ہیں یہ ہے کہ نفس کا تعلق ہے قلب صنوبری سے (یعنی دل جو گوشت کا ٹکڑا ہے) اور وہ روح سے متعلق ہے اس حقیقت کے واسطہ سے جسکو حقیقت جامعہ قلبیہ کہتے ہیں (یہاں چند چیزیں ذہن نشین کی جائیں ایک نفس ہے اور دوسرا دل ہے جو گوشت کا ٹکڑا ہے تیسرا قلب حقیقی ہے جسکو حقیقت جامعہ قلبیہ کیا گیا ہے اور چوتھا روح ہے روح کا تعلق قلب حقیقی سے ہے اور قلب حقیقی تعلق رکھتا ہے قلب صنوبری سے اور نفس کا تعلق بھی قلب صنوبری سے ہے خواجہ نظیر احمد موہڑوی نے موضوع طریقت میں ارشاد فرمایا کہ قلب حقیقی باطن میں مکمل ہیئت انسانی ہے)۔

''والفیوض الواردة من الروح تَرِدُ اجمالا اوّلاً علیها ثم بتوسطها الیٰ سائر القویٰ و الجوارح تفصیلاً فخلاصتها موجودة فی النفس اجمالاً فظهر الفرق بین الفریقین''	''وفیوضات وارده ازروح اول برآن نزول کنند بطریق اجمال باز بوساطتِ آن برسائر قوی وجوارح علیٰ التفصیل پس خلاصہء اینہا اجمالا درنفس موجود است از اینجا فرق بین الفریقین بوضوح انجامید''	اور فیوضات جو روح سے وارد ہوتے ہیں پہلے وہ نفس پر نزول کرتے ہیں اجمالا پھر اس نفس کے واسطہ سے تمام قوتوں اور جوارح پر نزول کرتے ہیں تفصیلا لہذا ان سب کا خلاصہ اجمالاً نفس میں موجود ہے پس دونوں فریقین میں فرق ظاہر ہوگیا (یعنی مستہلکین اور مرجوعین میں) (یعنی مرجوعین کا نفس مطمئنہ ہوکر دعوت کے لئے انوار سے باہر نکل آتا ہے اور مستہلکین کا نفس انوار میں فنا رہتا ہے)۔
''ومما ینبغی اَن یعلم اَن الطائفة الاولیٰ من ارباب السکر والثانیة من ارباب الصحو والشرافة لِلاولیٰ والفضیلة لِلاخریٰ والمقام الاول مناسب للولایة والثانی للنبوة''	''وباید دانست کہ طائفہ اول از ارباب سکر اند وثانی از ارباب صحو وشرافت اول راست وفضیلت دیگرے را ومقام اول مناسب است بولایت وثانی بہ نبوت''	اور یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ پہلا گروہ (فانی) ارباب سکر سے ہے اور دوسرا گروہ (راجع بعالم) ارباب صحو سے ہے اور شرافت پہلے کے لئے ہے اور فضیلت دوسرے کیلئے ہے اور پہلا مقام (فنا) ولایت سے مناسب ہے اور دوسرا مقام (رجوع) نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔
''شرّفنا اللہ سبحانہ بکرامات الاولیآء وثبّتنا علیٰ کمال متابعة الانبیآء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامه علیٰ نبینا وعلیهم وعلیٰ جمیع إخوانه من الملٰئکة المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین آمین''	''حق سبحانہ مایان را بکرامات اولیآء خود مشرف گرداناد وبرکمال متابعت انبیآء ثابت دارد صلوات اللہ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملٰئکة المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین آمین''	حق سبحانہ ہمیں اپنے اولیآء کی کرامات سے مشرف فرمائے اور انبیاء کی کمال پیروی پر ثابت رکھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود اور سلام نازل ہوں ہمارے نبی اور اُن پر اور اسکے تمام بھائیوں پر مقرب فرشتوں سے صالح بندوں سے قیامت تک آمین۔
''المحرر الداعی وان لم یُحسِنِ العربیة لعجمیته لکن لما کان مکتوبهم الشریف محررا بالکلمات العربیة املیٰ القرطاس علی نحو املائهم والسلام ختام الکلام والسلام ختام الکلام''	''کاتب الحروف دعاگو اگرچہ بجہت عجمیّت خود عربیت راچنانکہ باید نمی دانست لیکن چون مکتوب شریف شان بکلمات عربیہ مرقوم بود بر وفق املاءِ شان املا نمود سلام است مہر کلام کرام''	یہ خط لکھنے والا دعا گو (مجدد صاحب خود) عجمی ہونے کی وجہ سے اگرچہ اچھی عربی نہیں لکھ سکتا لیکن چونکہ آپ کا خط عربی میں تھا اسلئے مناسب یہی سمجھا کہ عربی ہی میں جواب لکھا جائے اور سلام ہے کلام پر مہر (یعنی سلام پر کلام ختم کیا جاتا ہے)

سنتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس

مولانا محمد شہزار قادری ترابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆مسور کی دال اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: حضرت وائلہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے کدو موجود ہے ، یہ دماغ کی صلاحیت بڑھاتا ہے اور تمہارے لئے مسور کی دال موجود ہے جس کی تعریف کم از کم ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان مبارک پر رہی۔ (طبرانی شریف)

☆ جدید تحقیق: مسور اور چقندر ملا کر پکانے سے جسم کو عمدہ غذا ملتی ہے، اس میں پودینہ ڈالنا بہتر ہے۔ مسور کو اگر خشک مچھلی کے ساتھ کھایا جائے تو بہترین غذا ہے۔ مسور کی دال کو گھی اور دودھ میں ملا کر چہرے پر ملنے سے جلد چمکدار ہوتی ہے۔ اسے گرم پانی میں گھوٹ کر لگانے سے پیروں کی جلن دور ہوتی ہے۔ مسور اور خربوزے کے بیج دودھ میں پیس کر بدن پر ملنے سے جلد صحت مند نظر آتی ہے۔

☆جو کا کھانا اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک جو کی روٹی شکم سیر ہو کر (پیٹ بھر کر) نہیں کھائی تھی۔ (ابن ماجہ، جلد دوم)

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی کئی راتیں پے در پے فاقوں سے گزارتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو رات کا کھانا بھی میسر نہ آتا اور اس وقت عام لوگوں کی غذا جو کی روٹی تھی۔ (ابن ماجہ، جلد دوم)

☆ جدید تحقیق: پیشاب میں خون اور پیپ کے مریضوں میں وجہ جو کوئی بھی ہو، مناسب علاج کے ساتھ جو کا پانی اگر شہد میں ڈال کر پلایا جائے تو یہ تکلیف پندرہ دن میں ختم ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہی طریقہ علاج پتھری نکالنے کا باعث بھی ہوا۔

1...... پرانی قبض کے لئے جو کے دلیے سے بہتر کوئی دوائی دیکھی نہ گئی۔

2...... خون کی کولیسٹرول کو کم کرنے کے لئے جو کے دلیے سے کوئی دوائی مفید نہیں۔

3...... جو کا دلیہ کھانے سے خون کا کولیسٹرول لیول کم ہو جاتا ہے۔

4...... امریکی رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ کے پچھلے مشاہدات پر مبنی ایک طویل مضمون میں بتایا گیا ہے کہ جو دلیہ کھانے سے دل کے دورہ کا خدشہ کم ہو جاتا ہے اور خون کو لیسٹرول لیول بھی کم ہو جاتا ہے۔

5.....اعصابی دردوں، ورم، سوزشوں اور خارش کی مختلف اقسام میں جو کے استعمال کو مفید بتایا گیا ہے۔ جو کا آٹا سرکہ میں گوند کر ہر قسم کی خارش میں لگانا مفید ہے۔ سر کی پھپھوندی کو دور کرتا ہے۔ جو کے آٹے کو شہد کے پانی میں گوندھ کر لیپ کریں تو بلغم اور ورم تحلیل ہوتے ہیں۔

6.....جو اور گیہوں کی بھوسی کو پانی میں ابال کر اس پانی سے کلیاں کریں تو دانت کا درد جاتا رہتا ہے۔

7.....جو بدن کو مضبوط کرتا ہے، چونکہ یہ جلدی ہضم ہوتا ہے اس لئے کمزوری اور بدہضمی کے مریضوں کے لئے غذا اور دوا ہے۔

جو کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس آٹے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے لگنے کا شرف حاصل ہے۔

☆ سرکہ اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سرکہ بہترین سالن ہے۔ (ابن ماجہ جلد دوم)

حدیث شریف: حضرت ام سعد نے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ اتنے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور آکر دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کچھ روٹی کھجور اور سرکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سرکہ بہترین سالن ہے۔ اے اللہ! سرکہ میں برکت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ سے پہلے انبیاء کا سالن تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو اسے سالن کی ضرورت نہیں ہے۔ (ابن ماجہ جلد دوم)

☆ جدید تحقیق: 1.....سرکہ ٹھنڈا اور حرارت کا ایک حسین امتزاج ہے۔ یہ جسم سے فاسد مادوں کو نکالتا ہے اور طبیعت کو فرحت بخشتا ہے۔

2.....سرکہ معدے کے التہاب کو دور کرتا ہے۔ 3.....جسم سے زہریلی ادویہ کے اثر کو دور کرتا ہے۔

4..... پتہ سے صفرا کے نکلنے کی رفتار کو اعتدال پر لاتا ہے۔

5.....جسم کے کسی حصے میں اگر خون جم جائے تو یہ اسے حل کر کے پھر سے سیال بنا دیتا ہے۔

6..... بچے والی عورت کا اگر خون رک جائے تو سرکہ کے لیپ اور سرکہ پینے سے جاری ہو جاتا ہے۔

7..... پیاس کو بجھاتا ہے اور پیٹ کو چھوٹا کرتا ہے۔ 8.....تلی کے بڑھنے کو روکتا ہے، جسم میں ورم کی پیدائش کو روکتا ہے۔

9.....خوراک کو ہضم کرتا ہے، خون صاف کرتا ہے اور پھوڑے اور پھنسیوں کو دور کرتا ہے۔

10.....سرکہ کو گرم کر کے اگر اس میں نمک ڈال کر پیا جائے تو یہ منہ کی غلاظت کو دور کرتا ہے، حلق میں تلخی، جلن اور بوجھ کو دور کرتا ہے۔ گلے کی رکاوٹ کو دور کرتا ہے اور وہ لوگ جن کے سینے میں بوجھ کی کیفیت محسوس ہوتی ہے، ان کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

گلے کے اندر لٹکنے والے کوے کی سوزش، حساسیت اور اس کے ٹیڑھا پن میں مفید ہے۔ گرم سرکہ کا غرارہ کرنے سے دانت کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے اور مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے، چہرے کو جاذب نظر بناتا ہے۔ موسم سرما میں اس کا پینا جسم کی حدت کو کم کر کے طبیعت کو مطمئن کرتا ہے۔ سرکہ گنے کا رس، چقندر، جامن، انگور، کشمش، میوہ، تاڑی، گندم، جو، کھانڈ کی راب اور دوسرے پھلوں سے تیار ہوتی ہے۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ انسان کب سے سرکہ بنا رہا ہے مگر زمانہ قدیم سے اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں اسے غذا اور دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

مراسلہ: سعید عامر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ایک ولیہ کاملہ کے مستند حالاتِ زندگی...... درسی کتاب سے انتخاب)

بصرہ میں ایک نہایت عبادت گزار انسان رہتے تھے جن کا نام شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ تھا، اگر چہ ان کے گھر میں غربت کا دَور دَورہ تھا۔ گزراوقات مشکل سے ہوتی تھی لیکن طبعاً آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک نیک فطرت اور قناعت پسند شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور عنایت پر قوّی ایمان کے حامل تھے، بحالتِ ضرورت بھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرتے تھے۔ شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سن 97 ہجری کو پیدا ہوئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا اپنے بہن بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھیں، اسی مناسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہا کا نام رابعہ رکھا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے بچپن تا جوانی رنج والم، غم وحزن اور مصائب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، چار پانچ سال کی عمر میں ہی والدین کے انتقال کی وجہ سے ان کی شفقت ومحبت سے محروم ہوگئیں۔

105 ہجری میں بصرہ میں قحط پڑ گیا۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے گھر میں رہا کرتی تھیں، ان کا نگہبان یا کفالت کرنے والا کوئی نہ تھا، تمام بہنیں مل کر مزدوری کیا کرتی تھیں مگر جب بصرہ قحط کی لپیٹ میں تھا، تمام کاروبار دم توڑ گئے۔ ان نوعمر بچیوں نے دو تین فاقے برداشت کیے۔ لیکن جب برداشت ختم ہوئی تو ہوش جاتا رہا، نوبت بھیک تک آ گئی مگر بھیک دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ کسی کے پاس کچھ ہو تو دے، یہ تمام بہنیں زرد چہروں اور پتھرائی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ بصرہ کا معروف تاجر جس کا نام عتیق تھا جب ادھر سے گذرا تو تین بچیوں نے اس شخص کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ خدا کے لیے ہمیں کچھ کھانے کو دو ورنہ کچھ دیر بعد ہماری سانسوں کا رشتہ ہمارے جسموں سے ٹوٹ جائے گا۔ اس تاجر نے سب سے چھوٹی بہن رابعہ کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھی تھیں اور پوچھا: 'لڑکی تجھے بھوک نہیں ہے۔' 'بہت بھوک ہے'، رابعہ نے نہایت خفیف لہجے میں کہا۔ تو پھر کسی سے روٹی کیوں نہیں مانگتی؟ تاجر نے سوال کیا۔ 'جس سے مانگنا چاہیے اس سے مانگ رہی ہوں'، لڑکی نے نہایت عجیب جواب دیا۔ تاجر بولا: تو پھر تجھے ابھی تک روٹی کیوں نہیں ملی؟ کہا: جب وقت آئے گا وہ بھی مل جائے گی۔

گفتگو میں استقامت اور پائیداری تھی۔ رابعہ کی تینوں بڑی بہنیں اس کے جواب سے بیزار ہوئیں اور تاجر عتیق سے کہنے لگیں یہ ہم سب کا وقت برباد کر رہی ہے۔ آپ اسے یہاں سے لے جائیں، یہ بڑے کام کی لڑکی ہے۔ میں اسے لے کر ہی جاؤں گا، تاجر عتیق نے تینوں بہنوں کو مخاطب ہوکر کہا اور پھر ایک مخصوص رقم ان کے حوالے کردی۔ 'چلو لڑکی' تاجر نے چھوٹی بہن سے کہا، اب تم میری ملکیت ہو۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی بہنوں کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر ہونٹوں پر حرفِ شکایت نہ تھا، وہ چپ چاپ تاجر کے ساتھ چلی گئیں۔ انھوں نے کئی بار مڑ کر دیکھا، ان کی آنکھوں میں بس ایک ہی سوال تھا کہ کیا تم نے چند روٹیوں کے عوض اپنی بہن کو فروخت کر دیا ہے؟

کردار: جب تاجر عتیق نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو آزاد کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہا علومِ ظاہری حاصل کرنے کے لیے بصرہ سے

کوفہ تشریف لے گئیں، جو اپنے وقت کا بہت بڑا علمی مرکز تھا اور جہاں پر جید علما موجود رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے انتہائی قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا، آپ رحمۃ اللہ علیہا نے فقہ اور حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے دونوں علوم میں مہارت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا وعظ بھی فرماتیں۔ دورانِ وعظ بڑے بڑے محدث اور فقیہ حیران رہ جاتے۔ جید علما آپ رحمۃ اللہ علیہا سے فیض یاب ہونے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔ ان میں سرفہرست حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے، جنہیں 'امیر المومنین فی الحدیث' کے لقب سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ معروف بزرگ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہا سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے مسلک کی بنیاد عشقِ الٰہی پر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کی حیاتِ مبارکہ میں جو سوز و گداز کے نقوش ہیں یہ صرف اسی محبت کا ثمر ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ سے تھی۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ہر وقت یادِ الٰہی میں چشم نم رہتیں۔ شاید ہی کبھی کسی نے ان کی آنکھوں کو خشک دیکھا ہو۔ کسی محفل میں اگر جہنم کا تذکرہ ہو جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہا اس کی دہشت سے بے ہوش ہو جاتی تھیں۔ روایت ہے کہ آپ کی سجدہ گاہ ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے زیادہ وقت عبادات میں گزارا، اگر کبھی کسی سے بات کرنا ہوتی تو قرآن مجید کی آیات کا سہارا لے کر اپنا مدعا بیان کرتیں۔ لوگوں نے پوچھا آپ (رحمۃ اللہ علیہا) ایسا کیوں کرتیں ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: جو کچھ انسان بولتا ہے کراماً کاتبین اسے ضبط تحریر میں لاتے رہتے ہیں، اس لیے میری کوشش ہے کہ میں قرآن مجید کے علاوہ کچھ نہ بولوں تاکہ میرے منہ سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے اور فرشتے اسے تحریر کر لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں: ''اے مولا! میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں، ایک تو اس لیے کہ تو میرا محبوب ہے اور دوسرا اس لیے کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے''۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہا نے سات دن تک صرف پانی سے روزہ کھولا، گھر میں کھانے کے لیے ایک لقمہ بھی نہیں تھا۔ افطار کا وقت قریب تھا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا پر بھوک کا غلبہ ہوا۔ نفس نے آپ رحمۃ اللہ علیہا سے فریاد کی: رابعہ! آخر تو کب تک مجھے بھوکا رکھے گی؟ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہا کے دل میں یہ خیال گزر رہا تھا کہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا باہر تشریف لائیں تو ایک آدمی کھانا لیے کھڑا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے کھانا قبول کیا اور نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تیری فریاد سن لی ہے کوشش کروں گی تجھے مزید اذیت نہ پہنچے۔ یہ کہہ کر آپ نے کھانا فرش پر رکھ دیا اور چراغ روشن کرنے اندر چلی گئیں۔ واپس آئیں تو دیکھا ایک بلی نے کھانے کے برتن الٹ دیئے اور وہ زمین پر گرا ہوا کھانا کھا رہی تھی۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بلی کو دیکھ کر مسکرائیں اور کہا شاید یہ تیرے لیے ہی بھیجا گیا تھا، اطمینان سے کھا لے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو آلام و مصائب نے دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں سے بیگانہ کر دیا تھا۔ پھر اس جذبہ کے پیشِ نظر آپ رحمۃ اللہ علیہا بے نیاز ہو گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے دنیا کی نفی کر کے دنیا بنانے والے سے لو لگالی، آپ رحمۃ اللہ علیہا نے خالقِ کائنات سے اپنا رشتہ جوڑا جو ائنمٹ ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے روزِ اوّل سے ہی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اقرار کیا، اس کے باعث ان کی زندگی میں آنے والے تمام طوفان شکست خوردہ ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہا کامیاب و کامران اور بامراد ہوئیں اور بآواز بلند کہا: 'بس تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں'۔

علمائے سلف کی عبادتیں

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قسط نمبر:4

۵۲۔ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین میں سے ہیں۔آپ کا زہد وتقویٰ مشہورِ زمانہ اور آپ کی امامت و بزرگی پر تمام اکابر کا اتفاق ہے۔آپ کا حافظہ بے حد قوی تھا۔ستر ہزار فتاویٰ کا جواب آپ نے اپنے حفظ سے تحریر کرایا۔ پہلے آپ ''دمشق'' میں رہتے تھے پھر بیروت چلے گئے اور مجاہدین اسلام کے ساتھ جہاد میں مشغول ہو گئے اور آخر عمر تک جہاد کرتے رہے۔ آپ جلیل الشان فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ عبادت و ریاضت کی منزل میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔آپ نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی (نووی علی المسلم وطبقات شعرانی وغیرہ)

۵۳۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں اور جن کی کرامتوں کے چرچے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔یہ حدیث وفقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بڑے خاص شاگرد ہیں اور حضرت سفیان ثوری و شقیق بلخی و امام اوزاعی وغیرہ بڑے بڑے محدثین آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔آخری ایام میں آپ درس وتدریس سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور لشکر اسلام میں شامل ہو کر جہاد کے لئے آپ ''روم'' بھی تشریف لے گئے اور وہیں ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ میں وفات پائی۔(تہذیب التہذیب وغیرہ)

۵۴۔ حضرت ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نہایت بلند مرتبہ شاگردوں میں سے ہیں۔یہ علمی جلالت کے ساتھ تقویٰ و دیانت اور عبادت و ریاضت میں بھی نہایت اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔آپ ''ہرات'' میں پیدا ہوئے، پھر ایک مدت تک ''نیشاپور'' میں رہے مگر آخری عمر میں مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنالیا اور بیت اللہ شریف کے جوار میں مصروف عبادت رہ کر ۱۶۳ھ میں وصال فرمایا۔(تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

۵۵۔ حضرت ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔اور ان کے شاگردوں میں حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی بھی ہیں۔محدثین عام طور پر ان کو سید المحدثین وریحانۃ الفقہاء (فقہاء کا پھول) کہا کرتے تھے۔یہ زہد و تقویٰ میں طاق اور عبادتوں میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار تھے، کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔علی بن مدینی محدث کا بیان ہے کہ میں ایک رات ان کے مکان پر رہا تو میں نے دیکھا کہ رات میں انہوں نے ایک تہائی رات قرآن مجید کی تلاوت کی اور پھر نوافل میں ساری رات گزار دی۔حکومت وقت نے ان کو قاضی کا عہدہ سپرد کر دیا تھا مگر حضرت عبداللہ نے ان کو طعنہ مارا اور غیرت دلائی کہ تم نے درس حدیث چھوڑ کر حکومت کی ملازمت اختیار کر لی، تم پر افسوس ہے۔آپ نے کچہری سے اٹھ کر خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دربار میں جا کر کہہ دیا کہ اے امیر المومنین! میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے بڑھاپے پر رحم فرمائیے، اور قاضی کے عہدہ سے میرا استعفیٰ قبول کر لیجئے، کیونکہ ایک لمحہ کے لئے بھی میں اس عہدہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔چنانچہ آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔حضرت عبداللہ بن مبارک نے خوش ہو کر درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نذرانے میں حضرت ابن علیہ کی خدمت میں بھیج دی اور آپ پھر درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔۱۹۴ھ

میں آپ نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۵۶۔ حضرت ابو اسحٰق ہروی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابو اسحٰق ہروی رحمۃ اللہ علیہ "ہرات" کے رہنے والے تھے، مگر بغداد کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا تھا۔ یہ امام ترمذی و امام ابن ماجہ وغیرہ ائمہ محدثین کے استاد ہیں۔ اور ہشیم (شاگرد امام ابوحنیفہ) کے خاص الخاص شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ بہت ہی سچے زاہد اور بہت زیادہ روزہ دار اور بہت ہی عبادت گزار تھے۔ رمضان ۲۴۴ھ میں جب کہ ان کی عمر نوے برس سے زائد ہو چکی تھی، وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۵۷۔ حضرت احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ: حضرت احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں امام ابو یوسف (شاگرد امام ابوحنیفہ) کے تلمیذ اور امام بخاری وغیرہ صحاح ستہ کے مصنفین کے استاد ہیں۔ علمی جاہ و جلال کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی بہت با کمال تھے۔ چالیس برس تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ اور ترک دنیا اور زہد کا یہ عالم تھا کہ وفات کے بعد جب آپ کا کل متروکہ سامان فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان چوبیس درہم کا ہوا۔ آپ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

۵۸۔ حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے مشہور امام ہیں اور امام مسلم و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ محدثین آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور فن حدیث میں امام بخاری کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایک بار امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور ابو زرعہ ان میں سے چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر چکے ہیں۔ آپ یقیناً اپنے زمانے کے "امیر المومنین فی الحدیث" ہیں۔ آپ بہت ہی عبادت گزار بھی تھے۔ آپ کی وفات کے وقت جبکہ آپ سکرات کے عالم میں تھے بہت سے محدثین حاضر خدمت تھے، لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہئے مگر حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے سامنے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کر سکے۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہئے تا کہ ان کو کلمہ طیبہ یاد آ جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی: **حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر** اور اتنا کہہ کر محمد بن مسلم کی زبان بند ہو گئی اور باقی حضرات بھی خاموش رہے۔ اس پر حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جان کنی کے عالم میں روایت شروع کر دی: **حدثنا بندا ر حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح عن کثیر بن مرۃ عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ** اتنا ہی کہنا پائے تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی، اور آپ وفات پا گئے۔ پوری حدیث یوں ہے کہ **من کان اخر کلامہ لاالہ الااللہ دخل الجنۃ** یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام **لاالہ الااللہ** نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

سبحان اللہ، کتنے خوش نصیب تھے حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث پاک سے کتنا گہرا لگاؤ اور والہانہ تعلق تھا ان کو کہ موت کی آخری سانس تک بھی علم و عمل کا ساتھ رہا۔ ۲۰۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ماہ ذوالحجہ ۲۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب وغیرہ)

۵۹۔ حضرت ابن جمیع رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ابن جمیع رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ محدث ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ و بصرہ و بغداد کے مشہور شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا اور عبد الغنی بن سعید و تمام رازی ان کے شاگردوں کی فہرست میں بہت ممتاز ہیں۔ یہ علمی جلالت کے ساتھ بہت عبادت گزار و صاحب ریاضت و مجاہدہ بھی تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر سے وفات تک یہی معمول رہا کہ سال بھر ہمیشہ

روزہ دار ہی رہے، سوائے ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے، یعنی یکم شوال اور بقرعید کی دس گیارہ بارہ تیرہ تاریخوں میں ۔آپ کی تصانیف میں سے معجم ابن جمیع بہت مشہور ہے۔آپ کا سنہ وفات ۴۰۲ ھ ہے۔ (بستان المحدثین)

۶۰ ۔حضرت حسین بن ولید قرشی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت حسین بن ولید قرشی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شان کے محدث ہیں ۔یہ بہت ہی سخی تھے، اپنے ہر شاگرد کو حدیث سنانے سے پہلے ''فالودہ'' کھلاتے تھے۔ درس حدیث وفتاویٰ کے ساتھ ساتھ قسم قسم کی نفلی عبادتوں میں دن رات مشغول رہا کرتے تھے اور بلاناغہ ہر تیسرے سال جہاد کے لئے جاتے اور ہر پانچویں سال حج کرتے ۔امام بخاری کا قول ہے کہ ۲۰۳ ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۶۱ ۔حضرت ذکوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ذکوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں ۔حدیث میں حضرت ابو ہریرہ وابو سعید خدری وابو الدرداء رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں ۔آپ کے شاگردوں میں امام زہری واعمش وعطاء بن ابی رباح وغیرہ باکمال محدثین ہیں ۔امام عمش کا بیان ہے کہ یہ اپنی مسجد میں پنج وقت لوجہ اللہ اذان دیتے تھے۔ ایک دن امام مسجد کے آنے میں دیر ہوگئی تو لوگوں نے ان کو امامت کے لئے کھڑا کردیا، قرات شروع کرتے ہی ان پر اس قدر رقت طاری ہوگئی کہ کثرت گریہ سے قرات نہیں کر سکے ۔یہ امراء وسلاطین کے نذرانوں سے بے حد نفرت کرتے تھے اور دوستوں کے ہدیوں اور تحفوں سے بھی پرہیز فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ذریعہ رزق کے لئے گھی اور زیتون کا تیل کوفہ سے لاکر فروخت کیا کرتے تھے، اس لئے سمان (گھی والا) اور زیات (روغن زیتون والا) کہلاتے تھے۔ ۱۰۱ ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

۶۲ ۔حضرت ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں ۔حضرت عمر وحضرت علی وعبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدیث شاگرد ہیں اور منصور بن معتمر وغیرہ محدثین کے استاد ہیں ۔آپ بہت ہی متقی وعبادت گزار تھے، زندگی بھر کوئی جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کی مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ نے قسم کھالی تھی کہ میں اس وقت تک نہیں ہنسوں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہوجائے کہ میں جنتی ہوں ۔چنانچہ تمام عمر میں کبھی بھی نہیں ہنسے مگر انتقال کے بعد آپ کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ انھیں غسل دیتے رہے وہ برابر لگاتار مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے ۔۱۰۱ ھ یا ۱۰۴ ھ میں ان کا وصال ہوا۔ (نووی علی المسلم و تہذیب التہذیب)

۶۳ ۔حضرت ربیع بن صبیح سعدی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت ربیع بن فصیح سعدی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے باکمال محدثین میں سے ہیں ۔ابن حبان کا قول ہے کہ یہ بصرہ کے بے مثال زاہد وعبادت گزار تھے۔ رات کو ان کے گھر سے تلاوت کی کثرت اور تہجد کے باعث شہد کی مکھی کے چھتوں کی سی آواز آیا کرتی تھی ۔ان کے گھر کا بچہ بچہ عابد شب زندہ دار و تہجد گزار تھا۔ یہ بہت بہادر بھی تھے اور زبردست مجاہد بھی تھے۔ یہ سندھ کے جہاد میں بھی شریک ہوئے تھے اور دوران سفر سمندر میں ان کی وفات ہوئی اور ایک جزیرہ میں دفن ہوئے ۔یہ ۱۶۰ ھ کا واقعہ ہے۔

(تہذیب التہذیب)

۶۴ ۔حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ: حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت محبوب ومعتمد شاگرد ہیں ۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں سب سے آگے انھیں کو جگہ ملتی تھی، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر موقع پر امام زفر کی مدح وثنا فرمایا کرتے تھے ۔یہ حدیث وفقہ میں امامت کا درجہ رکھتے ہوئے تقویٰ اور عبادت میں بھی اپنے زمانے کے بے مثال عبادت گزار تھے۔ آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومت وقت نے ان کو قاضی بننے پر مجبور کیا مگر دونوں مرتبہ آپ نے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ

رحمتہ اللہ علیہ کی طرح سرکاری عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وطن چھوڑ کر کسی پوشیدہ مقام میں روپوش ہو گئے اور دونوں مرتبہ حکومت نے مارے غصہ کے ان کا مکان منہدم اور برباد کر دیا، چنانچہ دومرتبہ ان کو اپنا مکان تعمیر کرنا پڑا۔ یہ اصل میں کوفہ کے باشندہ تھے، مگر اپنے بھائی کی میراث لینے کے لئے بصرہ گئے تو بصرہ والوں نے کسی طرح ان کو بصرہ سے نکلنے نہیں دیا یہاں تک کہ یہ بصرہ کے متوطن ہو گئے اور ۱۵۸ھ میں وفات پا کر بصرہ ہی میں مدفون ہوئے۔ (تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

۶۵۔ حضرت صلاح مری رحمتہ اللہ علیہ: حضرت صلاح مری رحمتہ اللہ علیہ بڑے بڑے نامور محدثین کے شاگرد اور بلند پایہ محدثین کے استاد ہیں۔ بصرہ آپ کا وطن تھا۔ آپ اپنے دور کے عابدوں میں بہت ممتاز عبادت گزار تھے۔ آپ اپنے وعظ میں خوف الٰہی سے پھوٹ پھوٹ کر زار زار روتے تھے اور سامعین آپ کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ بعض تڑپ تڑپ کر بے ہوش جاتے اور بعض کی روح پرواز کر جاتی۔ آپ پر خوف خداوندی کا یہ عالم تھا کہ آپ کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے تو دو دو تین تین دن تک مبہوت و خاموش رہتے اور کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں کی گفتگو سن لیا کرتے تھے اور خود بھی مردوں سے گفتگو اور سوال و جواب کرتے تھے۔ خلیفہ نے آپ کا سنہ وفات ۱۷۲ھ لکھا ہے اور امام بخاری کا قول ہے کہ آپ نے ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ (نووی، تہذیب التہذیب وطبقات)

۶۶۔ حضرت ضرار بن مرہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت ضرار بن مرہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ سعید بن جبیر اور ابوصالح وغیرہ محدثین کے شاگرد اور شعبہ وسفیان بن عیینہ وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔ یہ اگرچہ بہت قلیل احادیث روایت کرتے تھے مگر بہت ہی ثقہ صالح وعبادت گزار تھے۔ اپنی وفات سے پندرہ سال پہلے ہی اپنی قبر تیار کر لی تھی اور روزانہ اس قبر میں بیٹھ کر ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۶۷۔ حضرت عبداللہ محیریز جمحی قرشی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت عبداللہ محیریز جمحی قرشی رحمتہ اللہ علیہ بہترین عابد وصالح محدث ہوئے ہیں۔ حضرت رجاء بن حیوہ محدث فرمایا کرتے تھے کہ اگر اہل مدینہ کو اپنے عابد عبداللہ بن عمر پر فخر ہے تو ہم لوگوں کو اپنے عابد عبداللہ بن محیریز پر ناز ہے۔ یہ تابعی ہیں، حضرت ابومحذورہ اور عبادہ بن صامت وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت کی اور مکحول و امام زہری وغیرہ باکمال محدثین نے ان کی خدمت میں تحصیل علم کی ہے۔ ۱۰۰ھ سے قبل آپ کا وصال ہوا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

۶۸۔ حضرت یونس بن یوسف لیثی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت یونس بن یوسف لیثی رحمتہ اللہ علیہ کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ آپ بہت بڑے فاضل حدیث ہیں۔ آپ کے علم وفضل کا اندازہ لگانے کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت امام مالک وحضرت ابن جریج نے بھی آپ کی درسگاہ میں حاضری دے کر علم حدیث کی تحصیل کی ہے۔ آپ بہت ہی پابند شریعت وصاحب عبادت وباکرامت بزرگ ہیں۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ یا اللہ! تو مجھے اندھا کر دے تا کہ پھر مجھ سے یہ گناہ نہ ہو سکے چنانچہ فوراً ہی آپ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ لیکن چند دنوں کے بعد جب حدیثیں لکھنے پڑھنے کی مجبوری کا خیال آیا تو پھر یہ دعا مانگی کہ الٰہی میری آنکھوں کی روشنی عطا فرما تا کہ میں حدیثوں کو لکھ پڑھ سکوں۔ چنانچہ یہ دعا بھی قبول ہو گئی۔ اور اسی دم آپ کی آنکھوں میں روشنی آ گئی اور آپ پھر حدیثوں کے لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ مقبولیت دعا میں آپ کی کرامت عام طور پر مشہور تھی۔ (تہذیب التہذیب)

۶۹۔ حضرت ہمام بن حارث نخعی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت ہمام بن حارث نخعی رحمتہ اللہ علیہ کوفہ کے صاحب فضیلت تابعی ہیں۔ آپ عام طور پر عابد کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام ابراہیم نخعی بھی ہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے دادا استاد ہیں۔ آپ کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے یہ عزم کر لیا تھا کہ قبر کے سوا پیٹھ لگا کر کبھی نہیں سوؤں گا۔ چنانچہ آپ تمام عمر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں

سوئے، ہمیشہ بیٹھے بیٹھے سولیا کرتے تھے۔ آپ نے کوفہ میں ۶۵ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۰۷۔ حضرت یحییٰ بن معین بغدادی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت یحییٰ بن معین بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو اس زمانے کے محدثین ''جبل الحدیث'' (حدیث کا پہاڑ) کہتے تھے، اور آپ کا لقب ''امام الجراح والتعدیل'' ہے۔ آپ کے والد صوبہ ایران کے امیر خراج تھے، لاکھوں روپے آپ کو اپنے والد کی میراث میں ملے تھے، مگر آپ نے یہ ساری رقم علم حدیث حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالی۔ دس لاکھ حدیثوں کو آپ نے اپنے قلم سے تحریر کیا۔ محمد بن نصر طبری کا بیان ہے کہ میں یحییٰ بن معین کی ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے حدیثوں کے بہت سے دفتروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ حدیث ان دفتروں میں نہ ملے تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹی ہے۔ انتقال کے بعد تیس الماریاں اور بیس تھیلے حدیثوں کے دفتروں سے بھرے ہوئے آپ کے گھر سے نکلے یہی آپ کا ترکہ تھا۔

آپ کی علمی وجاہت اور رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے کے محدثین آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے، بلکہ بہت سے لوگوں کے ہاتھوں سے آپ کو دیکھ کر کتابیں گر پڑتی تھیں۔ بغداد کے ہر کوچہ و بازار میں علانیہ یہ کہا جاتا تھا کہ یحییٰ بن معین وہ شخص ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے جھوٹ کو دفع فرماتے ہیں اور چھانٹ چھانٹ کر جھوٹی حدیثوں کو نکال پھینکتے ہیں۔ حضرت خطیب بغدادا نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ یحییٰ بن معین امام ربانی و عالم حقانی ہیں۔ ابن حبان اور عجلی وغیرہ نے ان کو دیندار و صاحب فضیلت و مقتدیٰ و نقاد حدیث اور اعلم و صاحب معرفت تحریر فرمایا ہے۔ آپ ۱۵۸ھ میں بغداد کے اندر پیدا ہوئے اور ۲۳۳ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔

ان کو خدمت حدیث کے طفیل میں خداوند عالم نے یہ کرامتیں اور فضیلتیں عطا فرمائیں کہ ان کو اسی تخت پر غسل دیا گیا جس تخت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور ان کا مقدس جنازہ اسی چارپائی پر اٹھایا گیا جس چارپائی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری ایام میں آرام فرمایا تھا اور جنۃ البقیع میں آپ کی قبر مبارک بنی۔

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے دن بغداد کے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے ہیں۔ ان بزرگ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس وقت حضور اتنی بڑی جماعت کے ساتھ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یحییٰ بن معین کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جارہا ہوں، یہ وہ شخص تھا جو میری حدیثوں سے جھوٹ دفع کرتا تھا۔

جیش بن مبشر کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھ کو دو مرتبہ اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور تین سو حوریں میرے نکاح میں آئیں۔ (تہذیب التہذیب)

رضی اللہ تعالیٰ عنھم وعناوعن جمیع المومنین بحرمتہ ھولاء الصالحین یہ ہیں ان علماء ربانیین و عالمان دین میں ستر بزرگوں کے اسماء گرامی جو سب کے سب علم و عمل کے پہاڑ تھے جو پہلے ہزاروں کی تعداد میں روحانیت کے ستارے بن کر خدا کی زمین پر چمکتے رہتے تھے۔ مگر افسوس کہ یہ سب علم و عمل کے درخشاں ستارے زمین کے اندر غروب ہو کر روپوش ہوگئے اور صرف اسماء الرجال اور فقہاء و محدثین کی تواریخ کے صفحات پر ان کے ناموں اور ان کے مقدس کارناموں کی تجلیاں باقی رہ گئی ہیں۔ آج اس دور میں ان بزرگوں کو روئے زمین پر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آنکھیں پتھرا گئیں لیکن وہ تو کیا ان کے ہم مثلوں کا بھی کہیں کوئی سراغ نہیں مل رہا، افسوس وہ سنہرا دور ہی ختم ہو گیا۔ آج ہزاروں عالموں کے مجمع میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آرہا جس کو سلف صالحین کا نمونہ کہہ سکیں۔

لاهور کے ایک بزرگ سے ملاقات

ڈاکٹر لیاقت علی نیازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند دن قبل لاہور کے ایک بزرگ سے میں نے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ملاقات کی۔ان سے چند سوالات کیے' انہوں نے جو جوابات دیئے میں عوام الناس کی رہنمائی کے لیے انہیں درج کرتا ہوں۔

سوال: قرض کی دعا کے بارے میں بتائیں تا کہ قرض جلد اتر جائے۔

جواب: آپ دس دس روپے کر کے ادا کرتے جائیں نیت قرض ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ ادائیگی کے اسباب پیدا فرما دیں گے۔ اس ضمن میں اللہ غیب سے مدد کرے گا۔اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک قرض ادا نہ ہوگا۔

سوال: اگر کسی نے گورنمنٹ سروس میں خیانت کی ہو تو اس کا کیا مداوا ہے؟

جواب: اللہ سے معافی مانگتے رہیں۔

سوال: اگر جس کا قرض دینا تھا وہ مر گیا ہو تو کیا کیا جائے؟

جواب: اللہ سے معافی مانگیں۔

سوال: حقوق العباد کے بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: غریب رشتہ داروں کی مدد کریں۔پھر اور مستحق لوگوں کی۔

سوال: والدین کی بخشش کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: آپ والدین کے لیے سورت بنی اسرائیل کی آیت پڑھتے رہیں ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ ''اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! اُن پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔''

پرندہ جب اپنے بچوں کو اپنے سایۂ شفقت میں لیتا ہے تو ان کے لیے بازو پست کر دیتا ہے۔یعنی تو بھی والدین کے ساتھ اسی طرح اچھا اور پُر شفقت معاملہ کرنا اور ان کی اسی طرح کفالت کر جس طرح انہوں نے بچپن میں تیری کفالت کی تھی۔

رمضان المبارک میں عید سے پہلے غریبوں کو ایک جوڑا اور جوتے خرید کر دیں۔نیت یہ ہو کہ میرے والدین کی طرف سے صدقہ ہے۔دیہاتوں میں بڑی غربت ہے۔یہ جوڑا اور جوتے انہیں صدقہ دیں یا کسی غریب رشتہ دار کو دے دیں۔

سوال: ہائے افسوس! میں اپنے والدین کو ان کی زندگی میں حج نہیں کرا سکا۔اب میں کیا کروں؟

جواب: حج کے لیے خود جائیں تو والدہ صاحبہ کے لیے حج بدل کریں اور عمرہ والد صاحب کے لیے ادا کریں۔ اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ جائے تو وہ آپ کی والدہ صاحبہ کے لیے حج بدل کرے اور آپ اپنے والد صاحب کے لیے حج بدل کریں۔

سوال: میں اپنے گناہوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں (یہ سوال اس بزرگ سے رو کر پوچھا گیا) میں اپنے خالق کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اللہ میری کیسے بخشش کرے گا؟

جواب: فکر کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ندامت کے یہ آنسو بہت محبوب ہیں۔ اللہ نے توبہ کی توفیق دی ہے تو یہ آنسو جاری ہوئے ہیں۔ اگر کوئی گنہگار نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ زمین پر نئی مخلوق پیدا کر دیتا جو گناہ کرتی اور پھر توبہ کرتی اور اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول فرماتے۔ حقوق اللہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف فرمادیں۔ حقوق العباد کا بہت خیال رکھیں۔ کسی کا دل نہ دکھائیں۔

سوال: کوئی اور نصیحت فرمائیں؟

جواب: دل میں اللہ کی حب پیدا کریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حب کے بغیر عبادات قبول نہیں ہوتی ہیں۔ یہی راہ نجات ہے اس کے بعد نجات کی راہ والدین کی کمال درجہ کی خدمت میں مضمر ہے۔

ہمارے معاشرے میں ماں بہت مظلوم ہے۔ وہ بیچاری اپنی زندگی میں اپنے شوہر کی سختیاں اور زیادتیاں برداشت کرتی رہتی ہے۔ اگر اولاد گستاخ ثابت ہو تو اس کی اولاد اپنی ماں کو مارتی ہے اور یہ بدبخت اولاد اپنی ماں کو بھی بعض دفعہ قتل کر دیتی ہے۔

سوال: کوئی افضل ترین عمل بتائیں۔

جواب: بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ افضل ترین عمل دوسروں کو کھانا کھلانا ہے۔ اپنے ساتھ اوروں کو کھانے میں شامل کریں۔ اس سے آپ کے گناہ معاف ہوں گے۔

گوشت پکائیں تو شوربہ زیادہ ڈالیں تاکہ اور بھی کھانے میں شامل ہوں۔ وگرنہ خوشبو اوروں کو نہ آئے۔ کھانا بند کر کے رکھیں۔ حدیث شریف کا بھی یہی مفہوم ہے۔ نیز راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹائیں۔ اس کی آپ کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

سوال: فوری معافی کے لیے کیا عمل کیا جائے؟

جواب: آپ صبح اُٹھتے ہی فوراً استغفار کریں۔ استغفار کی کوئی اقسام ہیں:

استغفار کوئی ہو تین مرتبہ پڑھیں۔ اُٹھتے وقت وضو کے بغیر ہی استغفار فوری طور پر پڑھیں اور آیۃ الکرسی کا بھی ایک دفعہ ورد کریں۔ ان شاء اللہ فوری معافی ملے گی۔

سوال: میری والدہ صاحبہ کی قبر راولپنڈی میں ہے جبکہ والد صاحب کی قبر میانوالی میں ہے۔ میں لاہور رہتا ہوں۔ کمر میں درد رہتا ہے۔ زیادہ طویل سفر کرنے سے قاصر ہوں۔ میں ان کی قبروں کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہوں۔ کیا کروں؟

جواب: کوئی فکر والی بات نہیں۔ لاہور بیٹھ کر ہی ان کے لیے فاتحہ پڑھتے رہیں۔

اھل سنت کی فکری تشکیل نو کی ضرورت

علامہ خوشتر نورانی صاحب

بسم الله الرحمٰن الرحیم

چندسوالات: یہ بات 1996ء کی ہے، جب میں کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ لیبیا (افریقہ) سے تعلیم حاصل کر کے وطن عزیز واپس آیا تھا۔تعلیم کے دوران وہاں مشاہدے اور درسی تجربات کی وجہ سے ذہن وفکر میں جو علمی اور فکری انقلاب برپا ہوا تھا اُس نے مذہب ومسلک کے تعلق سے سوچنے کا زاویہ بدل دیا۔سوچ کا زاویہ بدلا تو مفروضہ مفاہیم کے پیمانے بدل گئے۔اس تبدیلی نے اپنی دینی روایات اور مذہبی ومسلکی سرگرمیوں کے نتائج پر غور وفکر کا حوصلہ دیا اور پھر دل ودماغ میں کئی ان کہے سوالات نے سر ابھارنا شروع کیا، جن کا مرکزی خیال یہ تھا: برصغیر کی مسلم تاریخ میں محققین کے ذریعے یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مسلکی فرقہ بندی کی ابتدا شاہ اسماعیل دہلوی (۱۷۷۹ء/۱۸۳۱ء) کے ذریعے ہوئی، جب اُنھوں نے ۱۲۴۰ھ میں تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی،اس کتاب کی اشاعت سے قبل مسلمانوں میں دو ہی فرقے مشہور تھے،ایک شیعہ،اور دوسرا سنی،اس کتاب کی اشاعت کے بعد مختلف ادوار میں متعدد فرقے وجود میں آئے، جیسے وہابی، اہلِ حدیث، اہل قرآن، دیوبندی، چکڑالوی، نیچری وغیرہ۔

جس وقت متحدہ ہندوستان میں شاہ اسماعیل دہلوی کے ذریعے مسلکی فرقہ بندی کا آغاز ہوا،اس وقت سوائے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد مولانا عبدالحی کے کوئی بھی ان کے جدید مسلکی نظریے کا حامی ومؤید نہیں تھا- اس بات کو شاہ اسماعیل دہلوی کے معتقد اور تذکرہ نگار مولانا محمد جعفر تھانیسری نے بھی اپنی کتاب ''تاریخ عجیب'' میں لکھا ہے، جس میں اپنی گرفتاری، عبور دریائے شور کی سزا اور پھر رہائی کا تذکرہ ہے- وہ لکھتے ہیں:

''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴) شاید پنجاب بھر میں وہاں دس بھی وہابی عقیدہ کے مسلمان موجود نہ تھے اور اب (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں''۔

اس مختصر تفصیل کے بعد چند سوالات پوری توانائی کے ساتھ اپنے جوابات کے منتظر تھے، وہ یہ ہیں:

(۱) آخر اہل سنت و جماعت کی مذہبی ومسلکی سرگرمیوں میں کہاں چوک ہوگئی کہ ۱۲۴۰ھ میں جس جدید نظریے کے مویدین دو تھے، ۱۲۸۰ھ میں ان کی تعداد پورے پنجاب میں دس بھی نہیں تھی، لیکن ۱۳۰۲ھ آتے آتے یہ تعداد برصغیر کے مسلمانوں کے چوتھائی حصے میں تبدیل ہوگئی اور اب یہ فرقہ متحدہ ہندوستان کی بڑی آبادی کی خوش عقیدگی کو نگلنے کو بے تاب ہے؟

(۲) اہل سنت و جماعت کے وہ افراد جو اپنی تعداد ۸۰ فیصد بتا کر مسرور ہوتے ہیں، حالانکہ فیصد کا یہ ہندسہ بجائے خود محل نظر ہے، وہ اس طور پر اپنی عددی قوت کا جائزہ کیوں نہیں لیتے کہ پہلے وہ صد فی صد تھے، اب یہ تعداد گھٹ کر ۸۰ کیوں ہوگئی؟

(۳) اہل سنت و جماعت کے رویوں میں کیا کمی رہ گئی کہ مسلکی سطح پر ان کی پوزیشن اقدامی سے دفاعی ہوگئی اور وہ ''اہلِ سنت و جماعت''

کی بجائے ''بریلوی'' کہنے اور کہلانے لگے؟

(۴) عصری تعلیمی اداروں، ریاستی و مرکزی وقف بورڈوں، حج کمیٹیوں، حکومتی دفتروں اور سیاسی پارٹیوں میں اہل سنت و جماعت سے وابستہ افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر کیوں ہے؟

(۵) ملکی اور حکومتی سطح پر اثر انداز ہونے والی تنظیمیں، تحریکیں، شخصیتیں، دینی و فلاحی ادارے اہل سنت و جماعت کے پاس کیوں نہیں ہیں؟

(۶) اہل سنت سے وابستہ ایسے افراد کہاں ہیں جن کے اقدام پر بہ یک وقت میڈیا اور حکومت متوجہ ہو سکے؟

(۷) اپنے نظریات اور سرگرمیوں کی ترسیل کے لیے میڈیا ایک پاورفل میڈیم ہے، جس کے تعصّبات کے شکوے اہل سنت کے ورد زبان رہتے ہیں، پھر اپنے میڈیا کی تشکیل میں کون سا امر مانع ہے؟

یہ وہ سوالات تھے جو برسوں حواس پر چھائے رہے، ایک فکری جنگ تھی جو میرے اندر برپا تھی، اس جنگ میں دونوں طرف سے مدمقابل میں ہی تھا، ہر دو میں سے کسی کی ہار میری اپنی شکست و ریخت تھی- اس جنگ نے اس سوچ کی طرف رہنمائی کی کہ اپنی مجموعی ناکامیوں کے بعد اپنے رویوں، سرگرمیوں اور اقدام کا محاسبہ کرتے ہوئے مستقبل کی منصوبہ بندی فاتح قوم کی علامت رہی ہے جب کہ اپنی ناکامیوں سے صرف نظر کر کے اپنے رویوں کی درستی پر اصرار، اپنی سرگرمیوں کی صالحیت پر تکرار اور اپنے افکار و خیالات کی کمیوں کا انکار مفتوح قوم کا مقدر- اس سوچ کے ساتھ میں نے اہل سنت و جماعت کی مذہبی و مسلکی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا، ان کے علمی و فکری رویوں کا جائزہ لینے لگا اور ان کی دینی سرگرمیوں کا بغور مشاہدہ کیا، میرے اس اضطراب نے مجھے ذاتی طور پر ہماری اس بنیادی کمی کا احساس دلایا، جس میں پچھلی ایک صدی کے اندر باستثنائے چند اجتماعی طور پر اہل سنت و جماعت کا کاروان علم و فکر گرفتار رہا، اس لیے اساطین امت کے علم و فضل کے اعتراف کے ساتھ ہمیں اپنے فکری اور عملی ڈھانچے کی تشکیل نو کی ضرورت ہے تاکہ اہل سنت کے ارتقائی سفر کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے مجھے اپنی علمی کم مائیگی تسلیم اور فکری درماندگی بھی قبول، لیکن اہل سنت کے دینی رویوں کے تعلق سے اگر میری فکر کا قبلہ درست نہیں ہے تو پھر مذکورہ سوالات کا تسلی بخش جواب دے کر مجھے ممنون رکھنا چاہیے۔

محاسبہ عمل:- حقیقت یہ ہے کہ ہزار غور و فکر کے باوجود مجھ سے مذکورہ سوالات کے ایسے جوابات نہیں بن پڑے جو اہل سنت و جماعت کے سو سالہ عملی رویوں کو کلی طور پر جواز فراہم کر سکیں- آخر میں نے برصغیر میں امت مسلمہ کے دینی و مذہبی سرگرمیوں کے حوالے سے غور و فکر کا سلسلہ شروع کیا اور پھر مجھے ذاتی طور پر مسلمان تین حصوں میں بٹے نظر آئے:

(۱) ایک وہ طبقہ ہے جو مسلکی لبرل ازم کے جوش میں کسی مسلک سے وابستگی نہیں رکھنا چاہتا اور اپنے آپ کو صرف ''مسلمان'' کہنا اور کہلانا پسند کرتا ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ وہ ہے جس کی مذہبی سرگرمیوں کا بنیادی محور جدید اسلوب میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے مخصوص مسلکی نظریات کی ترسیل بھی اسلامی تعلیمات کے ضمن میں گاہے بگاہے کرتا ہے۔

(۳) اور تیسرا وہ طبقہ ہے جس کی مذہبی زندگی کا مقصود و مطلوب مسلکی نظریات کی اشاعت و فروغ ہے، اسلامی تعلیمات کے نام پر جس کا ہر کام مسلک سے شروع ہوتا ہے اور مسلک پر ختم ہو جاتا ہے۔

پہلے طبقے کی سوچ اس کے عملی رویوں کا ساتھ نہیں دیتی- یہ طبقہ یا تو جہالت میں زندگی گزار رہا ہے یا پھر منافقت میں۔ جہالت

میں اس لیے کہ اسے دین وشریعت کے احکام اور اسلامی تاریخ سے واقفیت نہیں- اگر دین وشریعت کے مسائل واحکام اور عقائد ونظریات سے واقفیت ہونے کے باوجود وہ ایسی باتیں کرتا ہے تو پھر منافق ہے- کیوں کہ اسلام کی قبولیت کے بعد یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک مسلمان کا کوئی مسلک نہ ہو-اس طبقے سے اگر پوچھا جائے کہ وہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو وہ اہل سنت وجماعت سے ہے اور اگر نفی میں ہے تو شیعہ ہے-اس سے پوچھا جائے کہ وہ تقلید شخصی کا قائل ہے یا نہیں، اگر ہاں کہتا ہے تو مقلد ہے ورنہ غیر مقلد (اہلِ حدیث) ۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب اور اولیائے کاملین کے باذن اللہ تصرفات کے تعلق سے سوال کیا جائے، جواب ہاں میں ہے تو سنی ہے ورنہ دیوبندی۔اگر وہ سوالات کے دونوں پہلوؤں (اثبات ونفی) کو صحیح ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا مسلک صلح کل ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے فکری اور عملی رویوں کی بنیاد پر ہر شخص کسی نہ کسی مسلک سے وابستہ ہوتا ہے، مصلحت کوشی اور اظہار دانشوری میں اگر کوئی اپنے آپ کو مسلکی حصار سے بالا بالا رکھنا چاہے تو اس کا عملی رویہ اس کے قول وفکر سے متصادم ہوگا۔گو کہ امت میں اس فکر کے حامل افراد کم پائے جاتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے ایک حلقے پر اثر انداز ہیں، اس لیے امت مسلمہ کے فکری وعملی رویوں کی افہام وتفہیم میں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں حق وناحق کی بحث سے قطع نظر اگر ہم صرف مذکورہ طبقوں کے رویوں کی بات کریں تو دوسرا طبقہ اپنی مذہبی پالیسی میں صد فیصد کامیاب رہا ہے۔اس کی عددی قوت میں روز بروز اضافہ ہوا، فکری اور ذہنی طور پر اکیسویں صدی کے تعلیم یافتہ نوجوان، بوڑھے اور بچے ان سے وابستہ ہوئے اور معاشرے میں ان کا مخصوص مسلکی کلچر تیزی سے فروغ پایا۔میرا خیال ہے کہ اس کامیابی کی بنیادی وجہ ترجیحی طور پر اسلامی تعلیمات کا نعرہ اور ان کا فروغ تھا-پچھلی دو تین دہائیوں سے سائنسی تمدن کے زیر اثر جو معاشرہ تشکیل پایا ہے وہ ''تعقل پسندی'' اور ''سہل اندازی'' پر استوار ہے، وہ مسلکی قیل وقال کی بجائے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو نرمی، اخوت اور اعتدال کے ساتھ جدید اسلوب میں سمجھنے کا خواہش مند تھا-اس طبقے نے زمانے کے بدلتے نظام اور اس سوچ کو سمجھا اور اس کے مطابق اقدامات کیے، نتیجہ آج سامنے ہے، اسلامی تعلیمات کے ذریعے جو لوگ اس طبقے سے وابستہ ہوئے، آگے چل کر وہ ان کے مخصوص مسلکی نظریات کے بھی حامی وموید ہوگئے-یہ فطری نتیجہ تھا، جب انسان کی کسی جماعت یا طبقے سے وابستگی اعتدال کے ساتھ مائل کی بنیاد پر ہو تو فکری حیثیت سے اس کا انجام مکمل سپر اندازی کی شکل میں ہی برآمد ہوتا ہے۔

تیسرے طبقے کا تعلق عمومی طور پر ''اہل سنت وجماعت'' سے ہے۔یہ جماعت ما انا علیہ واصحابی پر قائم رہی، متحدہ ہندوستان میں جس کی نمائندگی سواد اعظم کے مشاہیر علما ومشائخ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبدالعلی فرنگی محلی، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی، علامہ عبدالقادر عثمانی بدایونی، امام احمد رضا فاضل بریلوی، علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور علامہ شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی نے کی۔۱۲۴۰ھ کے بعد جب اہل سنت وجماعت کے بالمقابل نئے فرقوں کا ظہور ہونے لگا تو سواد اعظم کے مشاہیر علما نے شدت سے ان کا ردوابطال کیا، جو اس وقت کی ضرورت بھی تھی-لیکن بعد کے زمانوں میں مسلک کا دفاع، اس کا تحفظ اور اس کی اشاعت کرتے کرتے اہل سنت کے علمی وفکری دستے کی اپنی ترجیحات بدل گئیں۔غیر شعوری طور پر ان کے دل ودماغ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کے فروغ کا جذبہ، اقامت دین کی عملی کوششیں اور انابت الی اللہ کی فکر معدوم ہوتی چلی

گئیں۔

یہاں بنیادی طور پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ کیا اسلام اور مسلک دو مختلف چیزیں ہیں؟ اس کا جواب اگر مکمل اثبات میں نہیں دیا جاسکتا تو پوری نفی بھی نہیں کی جاسکتی۔ اسلام اور مسلک اگر دو متبائن چیزیں نہیں ہیں تو پورے طور پر مترادف بھی نہیں۔ اسلام کل ہے تو مسلک اس کا جز، اس لیے دونوں کے دائرہ کار بھی مختلف ہیں:

اِسلامی تعلیمات کے معنیٰ ہیں کافروں اور مشرکوں کو توحید کی تعلیم دینا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کروانا، زکوٰۃ وصدقات کی تلقین کرنا، صاحب نصاب پر حج کی فرضیت کو باور کرانا، اللہ کی معبودیت کے اقرار کے ساتھ نماز کے قیام کی کوششیں کرنا اور اسلام کو ایک دستور کی طرح اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں شامل کرنا اور کرانا، جب کہ مسلکی دائرہ کار جن شعبوں کو محیط ہوتا ہے وہ یہ ہیں: میلاد النبی کے انعقاد کی کوششیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب پر بحث ونظر، فضائل ومناقب کا بیان، حاضر وناظر اور سلام وقیام کی بحث اور جدوجہد، اعراس کا انعقاد اور نذر ونیاز پر معرکہ آرائی۔ مسلکی دائرہ کار میں کچھ اصولی مسائل بھی ہیں، لیکن زیادہ تر فروعی ہیں اس لیے اسلامی تعلیمات کے ساتھ مسلکی تعلیمات بھی ضروری ہیں مگر ترجیحی طور پر اسلام کا مقصود اس کی بنیادی تعلیمات کا فروغ اور اشاعت ہے، یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ کل سے صرف نظر کرکے اپنی دینی سرگرمیوں کا ترجیحی محور جز کو بنادیا جائے۔

کم وبیش پچھلی ایک صدی سے اہل سنت وجماعت نے یہی کیا۔ ہمارا ہر کام مسلک سے شروع ہوکر مسلک پر ختم ہوگیا، جس کے بدیہی نتائج ہمارے سماج پر جو مرتب ہوئے وہ اس طرح ہیں:

(۱) اسلام کو دستور زندگی کی حیثیت سے پیش کرنے کی بجائے فضائل ومناقب، کرامات وتصرفات، شفاعتوں اور بشارتوں کا بیان اور ان کی غیر ضروری تلقین ہماری ترجیحات بن گئیں، جن کی وجہ سے معاشرے میں بے عملی، منافقت اور تضادات کو پنپنے کا موقع ملا۔

(۲) دعوتی، فلاحی اداروں اور مساجد کی تعمیر وتوسیع سے زیادہ درگاہوں کی تعمیر اور مزارات کی تزئین پر ہماری توجہ مرکوز ہوگئی۔

(۳) مدارس اسلامیہ میں منقولات قرآن، تفسیر، حدیث اور اصول حدیث کی تعلیمات سے زیادہ معقولات کی تدریس کا غلبہ ہوا۔

(۴) اسلام کی دعوت وتبلیغ کی بجائے مناظرہ بازی کا جذبہ پیدا ہوا اور مائل کرنے کی بجائے قائل کرنے کا مزاج تشکیل پایا۔

(۵) فروعی مسائل میں تشدد، مشربی تعصب اور خانہ جنگی کا ماحول بنا، جن کے سبب اندرون خانہ تفسیقی اور تکفیری کلچر ڈیولپ ہوا۔

(۶) شخصیت پرستی نے پاؤں پسارے اور حق کے ذریعے شخصیات کو پرکھنے کی بجائے شخصیات کی بنیاد پر حق کو پرکھا جانے لگا۔

(۷) تعمیری، اصلاحی اور متوازن کتابوں اور مضامین کی تصنیف وتحریر کا رجحان ختم ہوگیا جس کی بنیاد پر اہل سنت کا بڑا لٹریری سرمایہ رد وتعاقب پر حاوی رہا۔

(۸) فروعی مسائل میں تشدد اور صرف اپنے فکری رویوں کی صالحیت پر اصرار نے آپسی اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور تنظیمی لامرکزیت ہمارا مقدر بن گئی۔

(۹) فضائل ومناقب پر مشتمل محافل کی کثرت نے غیر سنجیدگی، بے مقصد چیخ وپکار اور وقتی جذباتیت کو پروان چڑھایا۔

(۱۰) امت کے بنیادی مسائل سے ہماری توجہات ہٹ گئیں جس نے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقے کو ہم سے دور کردیا۔

پچھلی ایک صدی میں مسلکی ترجیحات کے زیر اثر جو ہمارا فکری اور عملی ڈھانچہ تیار ہوا ہے وہی زندگی کے ہر شعبے میں ہماری ناکامی

کی بنیاد ہے اور مذکورہ ساتوں سوالات کے ''کیوں'' ''کون'' اور '' کیسے'' کا جواب۔

اہل سنت کی فکری تشکیل نو کی ضرورت: اکیسویں صدی کے آغاز میں جب کہ جام نور کی نشاۃ ثانیہ نہیں ہوئی تھی، میں نے سوچا کہ اپنے رویوں کی درستی، سرگرمیوں کا احتساب اور صحیح سمت اقدام کے لیے ''فکری راست بازی'' کلیدی حیثیت کا درجہ رکھتی ہے، فکری نظام کی اصلاح کے بغیر نہ تو ایک سچا اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے اور نہ اہل سنت و جماعت کے عملی رویوں میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ تاریخ میں جب بھی سیاسی، معاشی، مذہبی اور ملی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے افکار و خیالات کی تبدیلی پر توجہ دی گئی، کیوں کہ ایک فکر کو تشدد، قوت اور مخالفت سے نہیں دبایا جا سکتا ہے بلکہ ایک فکر کو دوسری مستحکم فکر سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے، یہ فکری تشکیل عملی انقلاب کی آمد کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ فکری رویوں میں تبدیلی کے بغیر جو انقلاب لانے کی کوششیں کی جاتی ہیں وہ سو فی صد ناکام ہوتی ہیں اور بغاوت کو دعوت دیتی ہیں۔

میں نے محسوس کیا کہ امت کے عملی رویوں میں تبدیلی اس وقت تک نہیں لائی جا سکتی جب تک ان کے فکر و نظر کو نئے سانچے میں نہیں ڈھال دیا جاتا۔ گو کہ اجتماعی طور پر فکر و نظر کی تشکیل نو مشکل ترین کام ہے۔ پرانے افکار و خیالات پر جب ضرب لگتی ہے تو صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہے اور رد عمل کا اظہار شدت سے ہوتا ہے۔ فکر و نظر کی تشکیل نو کا داعی مختلف خطرات سے دوچار ہوتا ہے اور اسے الزامات و اتہامات کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جاتا ہے، لیکن نیت صالح اور جذبہ خیر ہو تو یہ معرکے بھی سر ہو ہی جاتے ہیں۔

دراصل اسلامی دعوت کے دو پہلو ہیں ایک انذار (ڈرانا اور بے عملیوں پر وعیدیں سنانا) اور دوسرا تبشیر (اچھے اعمال پر شفاعت اور نجات کی بشارت دینا) جب معاشرے پر جمود طاری ہو اور وہ بے عملی کا شکار ہو تو اس وقت معاشرے کی اصلاح ''انذار'' سے کی جاتی ہے اور جب امت خوش فکر و خوش عقیدہ ہو اور اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو تن دہی سے انجام دے رہی ہو، مگر ان کا دل و دماغ اپنے انجام پر بوجھل ہو تو انہیں ''تبشیر'' سنائی جاتی ہے تا کہ ان کے افکار و اعمال کو مہمیز کیا جا سکے۔ معاشرے میں بدعملی کے جراثیم ہر دور میں سرایت کیے رہے ہیں، ایسے میں معاشرے کی اصلاح عام طور پر ''انذار'' کا تقاضا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے اپنے عہد میں بھی عوام کے اندر احادیث شفاعت بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، جب کہ اس وقت کے حالات آج جیسے نہیں تھے اور نہ ہی امام غزالی کا تعلق شفاعت کے منکرین سے تھا۔ پچھلی ایک صدی میں ہمارا کیس بھی تبشیر کا نہیں انذار کا متقاضی تھا، لیکن ہم نے اپنے عوام کی بے عملیوں، بدعملیوں اور کج رویوں کو تبشیر کے ذریعے مزید غذا فراہم کی اور انہیں اپنی بے عملیوں پر جری بنا دیا۔ اس لیے جام نور نے اپنی اشاعت کے بعد مروجہ روایتی سرگرمیوں اور جلسہ و جلوس کی موجودہ ہیئت کی تبدیلی پر زیادہ آواز بلند کی۔ اسلام اور اہل سنت سے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والوں نے ہماری اس آواز سے آواز ملائی اور جنہوں نے اسلام اور مسلک کو اپنے معاشی استحکام کا ذریعہ بنا لیا تھا وہ چیں بہ جبیں ہو گئے۔

دین مصطفوی کے ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے ہم تمام مسلمانوں کا نصب العین اسلام کی سرخروئی ہے۔ اس کے لیے اخلاص اور جذبے کے ساتھ جو جس میڈیم سے بھی کام کر رہا ہے وہ ہمارے لیے اہمیت کا حامل ہے، اشتراک عمل کے بغیر اس کام کا انجام پا جانا ممکن بھی نہیں، ہم نے اس مشن کے لیے میڈیا کو منتخب کیا ہے، اکیسویں صدی کے اس ہمہ گیر میڈیم اور جدید اسلوب میں اصلاحی لٹریچرز کی اشاعت کے ذریعے ہم بہت کچھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اخلاص، جذبہ، لگن اور باصلاحیت افرادی قوت کی ہمارے پاس کمی نہیں ہے، ممکنہ وسائل میسر ہوں تو پچھلی کئی دہائیوں کے پچھڑے پن اور کمیوں کا تدارک ہو سکتا ہے۔

مسائل دینیه

علامہ مفتی شاہد اقبال آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟

جواب: معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جلیل القدر معجزہ اور اللہ کریم کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو میسر نہیں یعنی یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثل ہونے کی دلیل ہے۔ مکہ مکرمہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بیت المقدس تک رات کے تھوڑے سے حصے میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے آسمانوں کی سیر منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے۔ جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ شیخ محقق اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں فرماتے ہیں اسرا از مسجد حرام تا مسجد اقصیٰ و معراج از مسجد اقصیٰ ست را آسمان و اسرا ثابت ست بہ نص قرآن و منکرن کافر است و معراج باحادیث مشہورہ کہ منکر آں ضال و مبتدع است

شرح عقائد نسفی میں ہے: "المعراج لرسول الله عليه الصلوٰة والسلام فی اليقظة بشخصه الی السماء ثم الی ماشاء الله تعالیٰ من العلیٰ حق ای ثابت بالخبر المشهور حتیٰ ان منكره يكون مبتدعاً"

ترجمہ: حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ آسمان اور اس کے اوپر جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنے والا بددین ہے۔

شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"تحقیق آں ست کہ یکبار در یقظہ بود بجسد شریف از مسجد حرام تا مسجد اقصیٰ واز آنجا تا آسمان واز آسمان تا آنجا خدا خواست اگر در منام بودے باعث ایں ہمہ فتنہ وغوغا نمی شد و باعث اختلاف و اتدادنمی گشت"

ترجمہ: تحقیق یہ ہے کہ معراج ایک بار حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ ہوئی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان تک اور آسمان سے جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا اگر واقعہ معراج خواب میں ہوتا تو اس قدر فتنہ وفساد وشور وغوغا کا باعث نہ ہوتا کافروں کے جھگڑنے اور بعض کے مرتد ہونے کا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ساتویں آسمان پر) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی انہوں نے بیت المعمور کے ساتھ اپنی پشت کی ٹیک لگائی ہوئی تھی، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ اس کی طرف نہیں آتے پھر وہ مجھے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے اور

اس کا پھل مٹکوں جیسے تھے۔ فرمایا پھر جب اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانپ لیا، جس نے بھی ڈھانپا تو وہ متغیر ہوگئی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی پھر مجھ پر نماز فرض کی گئی۔ (صحیح مسلم شریف حدیث ۴۴۱ جلد اول ص ۸۳)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثم انطلق بی جبریل حتیٰ ناتی سدرۃ المنتھیٰ فخشیھا الوان لا ادری ماھی ثم ادخلت الجنۃ فاذا فیھا جنابذ اللولوء واذا تربھا المسک (صحیح مسلم جلد اص ۸۵ حدیث ۴۱۵، صحیح بخاری)

ترجمہ: پھر جبریل مجھے لے کر چلے حتیٰ کہ ہم سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچے جس پر ایسے ایسے عجیب وغریب رنگ چھائے ہوئے تھے جنہیں میں بیان نہیں کر سکتا پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس کی مٹی مشک تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

ثم عرج بی حتیٰ بجھرت لمستوی اسمع فیه صریف الاقلام ثم فرضت الصلوٰۃ (صحیح مسلم جلد اص ۸۵)

ترجمہ: پھر مجھے اوپر اٹھایا گیا حتیٰ کہ میں مقام استویٰ تک پہنچا، وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی پھر نماز فرض کی گئی۔

حریم حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی دیدار الٰہی

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم

معنی آیت یہ ہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا، اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم کے ساتھ اپنے محبوب رسول کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (روح البیان)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی صحیح بخاری میں روایت نقل کرتے ہیں

" عن شریک بن عبد الله انه قال سمعت انس بن مالک یقول ثم علا به فوق ذالک بما لا یعلمه الا حتیٰ جاء سدرۃ المنتھیٰ ودنا للجبار رب العزۃ فتدلیٰ حتیٰ کان منه قاب قوسین او ادنیٰ " (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان بلندیوں کو طے کیا جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر سدرۃ المنتھیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا؟

ھل رایت ربک قال نور انی اراہ (صحیح مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نور ہے میں نے اسے دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما روایت کرتے ہیں

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رایت ربی تبارک وتعالیٰ (مسند احمد ۲۶۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رایت ربی فی احسن صورة (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں **قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رایت ربی عزوجل** (رواہ احمد ورجال الصحیح مجمع الزوائد باب فی الرویۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

عن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رای ربه مرتین مرة ببصره و مرةً بفواده راه الطبرانی فی الاوسط رجاله رجال الصحیح مجمع الزوائد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے ایک بار اپنے دل کی آنکھ سے۔

انہی سے روایت ہے **قد رای ربه مرتین** (زرقانی علی المواہب جلد ۸ ص ۲۳۲)

رایت ربی بعینی و بقلبی یعنی میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

شفاء شریف میں ہے حضرت امام بصری قسم کھا کر فرماتے تھے **لقد رای محمد صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم ربه** یعنی بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

سئل ابو هریره رضی الله تعالیٰ عنه هل رای محمد (صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم) ربه فقال نعم (شفاء شریف)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے فرمایا ہاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

قال اتعجبون ان الخلة لابراهیم والکلام لموسیٰ والروية لمحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) (رواہ الحاکم وقال ھذا حدیث صحیح مستدرک حاکم)

ترجمہ: کیا تم لوگ تعجب کرتے ہو کہ خلیل ہونا ابراہیم کا حصہ ہو اور کلام کرنا موسیٰ کا حصہ ہو اور آنکھوں سے دیکھنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہو۔

وحکی النقاش عن احمد بن حنبل علیه الرحمة انه قال اقول لحدیث بن عباس بعینه راه راه راه حتیٰ انقطع نفسه یعنی نفس احمد راه عیاض فی لشفاء۔

ترجمہ: نقاش نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا میں ابن عباس کی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا ہے حتیٰ کہ یہ لفظ کہتے کہتے امام احمد بن حنبل کی سانس ٹوٹ گئی۔ (شفاء شریف جلد ۱)

محبتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

فہیم احمد حقانی (مرکزی کنوینئر، شعبہ نشر و اشاعت)

تحفظ قرآن پاک ریلیاں: سویڈن اور ہالینڈ میں قرآن مجید فرقان حمید کی بے حرمتی پر جہاں ہر پیر و جواں مضطرب ہے وہیں شیران اسلام پاکستان کے جملہ کارکنان و عہدیداران اس گستاخانہ حرکت پر سیخ پا ہیں۔ ملک بھر میں پچھلے ہفتہ میں احتجاج ریلیاں نکالی گئیں، اس موقع پر ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں مرکزی قیادت نے باہم مشاورت سے ملک بھر میں بھرپور احتجاج کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر احتجاجی ریلیاں بھی منعقد ہوئیں جن کی قیادت صوبائی امراء و ناظمین نے کی۔ جنوبی پنجاب میں ریلی کی قیادت امیر جنوبی پنجاب قاری عبدالحق چشتی، شمالی پنجاب میں امیر شمالی پنجاب شہزادہ بٹ نے کی

''شیران اسلام پاکستان'' کے مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم نے سویڈن میں قرآن پاک کی بے حرمتی پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یورپ آزادی اظہار کی آڑ میں دنیا میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہا ہے انہوں نے کہا کہ قرآن مجید حضرت مریم علیہ السلام کی پاکدامنی کی تصدیق کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتا ہے یہ قرآن ہی ہے جو سائنسدانوں کو تحقیق و جستجو کی نئی راہیں فراہم کرتا ھے مگر مسلم دشمنی کی پاداش میں قرآن پاک کی بار بار بیحرمتی ناقابل معافی افعال ہیں۔ لگتا ہے عالم کفر عالم اسلام کی دینی حمیت کا امتحان لے رہا ہے ان کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی کسی صورت برداشت نہیں کی جا سکتی

محمد آفتاب احمد ناظم اعلی شیران اسلام نے قرآن کی بیحرمتی کے افسوسناک فعل کو مسلمان حکمرانوں کی نا اتفاقی اور ایمان کی کمزوری قرار دیا انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا ضمیر اگر ان موقع پر بیدار نہیں ہوگا تو کب ہوگا انہوں نے کہا کہ شیران اسلام اس گھناؤنے فعل کی شدید مذمت کرتی ہے اور مسلم حکمرانوں کو OIC کا اجلاس بلا کر حتمی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ پروفیسر علامہ محمد حسیب احمد نظیری (امیر کشمیر) نے شدید الفاظ میں سویڈن حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی بے حرمتی سے عالم اسلام میں یورپ سے نفرت کی فضا پیدا ہو رہی ہے جو دوسروں کو انصاف کی تعلیم اور بدعنوانی سے بیزاری کا درس دیتے تھکتے نہیں تھے وہ آج خود ناانصافی اور بدعنوانی کے مجرم بنے ہوئے ہیں انہیں عالمی قوانین کا احترام کرنا چاہیے ''شیران اسلام پاکستان'' کے امیر شمالی پنجاب شہزادہ بٹ۔ امیر جنوبی پنجاب قاری عبدالحق چشتی، چیئرمین شعبہ ختم نبوت پروفیسر محمد عرفان محمود برق۔ شیران اسلام آزاد کشمیر کے ناظم اعلی آصف مصطفیٰ مجیدی نے بھی سویڈن میں قرآن مجید کی بے حرمتی کی بھرپور مذمت کی۔

یوم تاسیس اور سالانہ مجلس عامہ کا اجلاس: ''شیران اسلام پاکستان'' کا یوم تاسیس اور سالانہ مجلس عامہ کا اجلاس، نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی، نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ میں منعقد ہوئے۔ ملک بھر سے مجلس عامہ کے اراکین، مرکزی و صوبائی عہدیداران اور قائدین نے شرکت فرمائی۔ مرکزی پروگرام صاحبزادہ پیر محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی دامت برکاتہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں ''شیران اسلام پاکستان'' کے مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم نے کہا ہے کہ مسلمان جب تک جذبہ جہاد سے سرشار رہے دنیا کی امامت کرتے رہے جذبہ جہاد سے منہ موڑ کر آج غلامی سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے مگر مسلمان عالمی سطح پر اپنا مقام کھو رہے ہیں یہی وجہ ہے سامراجی قوتیں ہماری دینی غیرت کو چیلنج کر رہی ہیں۔ آئے روز توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور قرآن پاک کی بے حرمتی کی گھناؤنی حرکتیں ہو رہی ہیں مگر مسلمان حکمران چپ کا روزہ رکھے بیٹھے ہیں ضرورت اس امر کی ہے سامراجی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی بھی میدان خالی نہیں چھوڑنا چاہیے اور ہر میدان میں اسلامی غیرت و حمیت کا ثبوت دینا چاہیے ان خیالات کا اظہار انہوں نے نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی شکر گڑھ ضلع نارووال میں عزمِ نو کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ اسلام کی بدنامی کا باعث وہ طبقہ ہے جو مسلمان کے لبادے میں اسلام کو بدنام کر رہا ہے۔ فتنۂ قادیانیت کا سدباب ہمیشہ سے ہمارے اسلاف نے کیا ہے مفکر اسلام حضرت محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی

تربیت شیران اسلام کا امتیاز ہے۔

آج ہمارے کارکنان تحریر تقریر اور حکمت عملی میں فتنہ قادیانیت کو کاری ضرب لگا چکے ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری کاوشیں روز بروز پھل پھول رہی ہیں اور بیسیوں قادیانی حلقہ بگوس اسلام ہورہے ہیں اس موقع پر مرکزی ناظم اعلیٰ شیران اسلام محمد آفتاب احمد نے سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیران اسلام کا قافلہ نہایت جرأت کے ساتھ اپنی منازل طے کررہا ہے آج قادیانیت کے موضوع پر ہمارے پاس وسیع لٹریچر موجود ہے جو تبلیغ حق میں نمایاں کردار ادا کررہا ہے ضرورت اس امر کی ہے شیران اسلام کے کارکن ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشن کے لئے اپنی کوششیں مزید تیز کریں تاکہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کا فریضہ مزید احسن طریقہ سے ادا ہوسکے اس موقع پر پروفیسر محمد حبیب احمد نظیری امیر آزاد کشمیر نے نبی کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا صحیح طریقہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دن رات کام کرنے کو قرار دیا انہوں نے زور دیا کہ تحفظ ختم نبوت ہمارے ایمان کا ستون ہے ہماری بقاء اور سلامتی ختم نبوت سے وابستہ ہے۔

اس موقع پر شہزادہ بٹ امیر شمالی پنجاب نے اپنے خطاب میں کلیدی آسامیوں پر قادیانیوں کی اجارہ داری پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا المیہ ہے کہ قادیانی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں اور دن رات سازشوں کے جال بچھا رہے ہیں ہمیں ان پر کڑی نظر رکھنی ہے۔ قاری عبدالحق امیر جنوبی پنجاب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اکیسویں صدی اسلام کے غلبہ کی صدی ہے عالم کفر عالم اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا انجمن طلباء اسلام کے سابق مرکزی سیکرٹری اور شیران اسلام کے مرکزی کنوینیر شعبہ نشر و اشاعت فہیم اختر حقانی نے اپنے خطاب میں شیران اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کی حقانیت ختم نبوت کے تحفظ میں ہے اور یہ لوگ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں یہ لائق تحسین ہیں۔

اس موقع پر جناب شجاعت علی مجاہد سابق امیر شیران اسلام پاکستان اور پروفیسر محمد عرفان محمود برق چیئرمین شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ جبکہ ملک بھر سے مجلس عامہ کے اراکین عہدِ داران اور کارکنان نے شرکت کی، کنونشن میں آئندہ سال کے اہداف پیش کئے گئے اور کشمیر کی آزادی کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔

ناظم آزاد کشمیر کی والدہ کے ختم چہلم کی تقریب: صاحبزادہ آصف مجید مجیدی ناظم آزاد کشمیر کی والدہ کا ختم چہلم ایک بڑے تنظیمی پروگرام کی شکل دھار گیا۔ اس موقع پر مرکزی امیر ''شیران اسلام پاکستان'' حافظ محمد اظہر نعیم، امیر کشمیر پروفیسر محمد حبیب احمد نظیری، مرکزی ناظم مالیات جناب عارف علی مجاہد، مرکزی کنوینئر شعبہ نشر و اشاعت جناب فہیم اختر حقانی سمیت کشمیر بھر کے جملہ کارکنان وعہدیداران اور سیاسی وسماجی شخصیات نے شرکت کی۔ اس موقع پر ''شیران اسلام پاکستان'' کے مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم نے کہا کہ مسلمان اسوہ محمدی ﷺ کو اپنا شعار بنا کر معاشرتی برائیوں کا مقابلہ کرسکتے ھیں عالم کفر آج اسلامی قوتوں کیلیے چیلنج بن چکا ھے اتحاد امت وقت کی اھم ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے باغڈی شریف میں صاحبزادہ آصف مجید مجیدی ناظم اعلی شیران اسلام آزاد کشمیر کی والدہ کے ایصال ثواب کیلیے منعقدہ ختم چہلم کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا اس موقع پر پروفیسر علامہ محمد حبیب احمد نظیری۔ علامہ خطیب احمد مصطفائی، جناب فہیم اختر حقانی (مرکزی کنوینئر شعبہ نشر و اشاعت ''شیران اسلام پاکستان)۔ محمد اعظم چشتی نے بھی خطاب کیا اس موقع پر مقررین نے ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کیلیے فیصلہ کن کردار ادا کرنے پر زور دیا۔

شیران اسلام پاکستان کے مرکزی امیر حافظ اظہر نعیم نے سویڈن میں قرآن پاک کی بیحرمتی کے افسوسناک واقعہ کی بھرپور مزمت کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ھے کہ مغرب کی آزادی اظہار کا مطلب دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنا تو ایک طرف صیہونی ایجنڈا ہے۔ دراصل یورپ کے مادر پدر آزاد عقل کے اندھے جو قرآن حکیم کے اعجاز سے غیر مسلموں کی اسلام کے دائرے میں آنے سے بوکھلا کر توہین قرآن کے درپے ہیں۔ عالم اسلام کو مجموعی طور پر ایسے واقعات کی روک تھام کیلیئے اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ ایسے واقعات دوبارہ رونما نہ ھوں۔

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

نومسلم ڈائری .... مرزائیت پر برق

1100 ++ مسلمان

سال 2022 میں 76 قادیانی نوجوانوں / خاندانوں کا قبول اسلام

اللہ جل مجدہ کا بے پایاں شکر و احسان اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پناہ رحمت و کرم کے باعث شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' کے چیئرمین ممتاز مذہبی سکالر پروفیسر محمد عرفان محمود برق دامت برکاتہ کے ہاتھ پر جوق در جوق قادیانی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں جب گروہ در گروہ قادیانیوں کو دین حق اسلام کی حقیقت کا ادراک ہو رہا ہے اور وہ قادیانیت سے تائب ہو کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کر رہے ہیں۔

سال 2022 میں چیئرمین شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' مجاہد ختم نبوت پروفیسر عرفان محمود برق کی خصوصی کاوشوں سے وطن عزیز میں 76 قادیانی خاندان قادیانیت کے بدترین کفریات وارتدادی عقائد سے تائب ہو کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر مکمل ایمان لا کر چیئرمین شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' مجاہد ختم نبوت پروفیسر عرفان محمود برق کے ہاتھ پر کلمہ حق پڑھ کر بلا جبر و اکراہ مسلمان ہو گئے۔ ان شاء اللہ، ایک دن ضرور پاکستان قادیانیت سے پاک ہوگا۔

''شیران اسلام پاکستان'' اور ادارہ الحقیقہ نومسلمین کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ صاحبزادہ عطاالحق نقشبندی حسینی (سرپرست اعلیٰ)، حافظ محمد اظہر نعیم (مرکزی امیر) و ممتاز مذہبی سکالر پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' کو اس کامیاب دعوت اسلام مہم پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں مزید ادارہ الحقیقہ ان نومسلمین کے قبول اسلام کے لیے معاون حضرات کا تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے۔

* حافظ محمد اظہر نعیم (مرکزی امیر) کی خصوصی کاوشوں سے جناب فہیم احمد حقانی (سابق طالب علم رہنماء) کو مرکزی کنوینئر برائے شعبہ نشر و اشاعت مقرر کیا گیا ہے۔ ادارالحقیقہ (ترجمان ''شیران اسلام پاکستان'') صمیم قلب سے انہیں اس اہم عہدہ پر تعیناتی پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور دین متین کے لیے ان کی خدمات کے لیے دعا گو ہے۔

شیران اسلام پاکستان

Monthly Mujalah

AL-HAQIQA

Reg No: C.P.L.208

February 2023

